رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ

فاروق
قادیان

ایڈیٹر: میر قاسم علی احمدی

شرح چندہ
ہندوستان - سالانہ - ششماہی
[illegible]
[illegible]

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۴ ذیقعد سنہ ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ جنوری سنہ ۱۹۳۸ء | نمبر ۱

دارالامان کی خبریں

(۱) ۷ جنوری سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت خدا تعالےٰ کے فضل سے کل کی نسبت بہتر ہے احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ حضور کو کامل صحت عطا فرمائے۔

(۲) مسجد اقصےٰ میں چونکہ جمعہ کے دن نمازیوں کی کثرت ہوتی ہے۔ راستہ اور گلیوں میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے لاؤڈ سپیکر (آلہ نشر الصوت) لگانے کی سخت ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ الحمد للہ اب یہ آلہ لگ گیا ہے۔ اور آج پہلی دفعہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس کے ذریعہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ خدا کرے مسجد کی توسیع کا کام بھی بہت جلد شروع ہو جائے۔ تاکہ نمازی آسانی کے ساتھ خطبہ جمعہ سن سکیں اور نماز پڑھ سکیں۔

(۳) حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی طبیعت کچھ دنوں سے علیل ہے۔ احباب ان کی صحت کے لئے دعا کریں۔

(۴) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کو سر درد کی تکلیف ہے۔ احباب دعائے صحت فرمائیں

(۵) ۶ جنوری خلیفہ ناصر الدین صاحب ایم اے خلف حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم کا نکاح حمیدہ بیگم بنت سید عبد الحی صاحب آف منصوری کے ساتھ بعوض دو ہزار روپیہ مہر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے پڑھا۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے

(۶) چودھری غلام حسین صاحب پنشنر معاون ناظر امور عامہ بعارضہ انفلوئنزا بیمار ہیں۔ دعائے صحت کی جائے۔

(۷) مولوی ذو الفقار علی خان صاحب نے اپنے لڑکے مولوی عبد المالک خانصاحب کی دعوت ولیمہ میں بہت سے اصحاب کو مدعو کیا۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے بھی شرکت فرمائی۔

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ

(رقم فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز)

۱- سال چہارم کی تحریک جدید کے اعلان پر ایک ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ کیا اس عرصہ میں آپ نے اپنے فرض کو ادا کر دیا ہے۔

۲- تحریک جدید کے وعدوں کی آخری میعاد ۳۱ جنوری ہے۔ اس تاریخ کے بعد کوئی وعدہ قبول نہ کیا جائیگا۔ سوائے ان ممالک کے جنکو مستثنیٰ کیا گیا ہے

۳- مومن کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ سابق بالخیرات ہوتا ہے۔ پس آپ کا صرف یہی فرض نہیں۔ کہ ۳۱ جنوری سے پہلے اپنے وعدہ سے اطلاع دے دیں۔ بلکہ جس قدر پہلے آپ وعدہ لکھاتے ہیں۔ اسی قدر زیادہ ثواب کے آپ مستحق بنتے ہیں۔

۴- تحریک جدید کا وعدہ پورا کرنے کی آخری میعاد ہندوستان کے لئے یکم دسمبر ہے۔ لیکن جو شخص جس قدر پہلے رقم ادا کرتا ہے۔ اتنا ہی ثواب کا زیادہ مستحق ہے۔ سوائے اس کے جو خدا تعالےٰ کی نگاہ میں معذور ہے۔

۵- جس قدر پہلے رقم جمع ہو جائے۔ اتنا ہی زیادہ اس سے خدمت دین میں فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

۶- بے شک یہ چندہ اختیاری ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ اختیاری چندہ ہی زیادہ ثواب کا موجب ہوتا ہے۔

۷- دشمن اپنے سارے لشکر سمیت اسلام اور احمدیت پر حملہ آور ہے۔ اسلام اور احمدیت آپ سے ہر ممکن قربانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ تاریکی کے فرزندوں اور نور کے فرزندوں میں ضرور نمایاں فرق ہونا چاہیئے۔

۸- اس تحریک کا ہر شخص کے کان تک پہنچ جانا ضروری ہے۔ پس یہ بھی ثواب کا کام ہے۔ کہ آپ اپنے بھائی تک اسکی اطلاع پہنچا دیں۔ اور اسے اسمیں شریک ہونے کی تحریک کریں۔ جو آپکی تحریک پر حصہ لیتا یا زیادہ حصہ لیتا ہے۔ اسکے ثواب میں آپ بھی برابر کے شریک ہونگے

۹- خدا تعالےٰ کے کام بندوں کی مدد کے محتاج نہیں۔ وہ اپنے کام خود اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ مگر مبارک ہے وہ جس نے ہاتھ کو خدا تعالےٰ اپنا ہاتھ قرار دے۔ کہ وہ برکت کو پا گیا۔ اور رحمت کا وارث ہو گیا۔

۱۰- تحریک جدید سال سوم کا بقایا جن افراد یا جماعتوں کے ذمہ ہو۔ ان کو بھی فوری ادائیگی کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

خاکسار مرزا محمود احمد

نفع مند کام

جو احباب کوئی روپیہ نفع پر لگانا چاہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ وہ ضرور میرے ساتھ خط و کتابت کریں۔ میں انہیں بعض ایسے کام بتا سکتا ہوں جن میں تجارتی طریق پر روپیہ لگایا جا سکتا ہے اور بعض ایسے طریق جن میں روپیہ جائداد کی کفالت پر قرض لیا جائیگا۔ اس آخر الذکر طور پر روپیہ انشاء اللہ ہر طرح سے محفوظ ہوگا۔ اور خاصہ نفع ساتھ لائیگا۔

(فرزند علی عفی عنہ ناظر بیت المال قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

۲ جنوری ۱۹۳۸ء کو سالانہ جلسہ کے بخیر و خوبی انجام پذیر ہو جانے پر جلسہ سالانہ کے افسر اعلیٰ مکرم میر محمد اسحاق صاحب نے تمام کارکنان کو جو جلسہ میں مختلف خدمات پر مامور تھے۔ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں جمع کیا۔ تاکہ حضرت امیرالمومنین کے حضور جلسہ کے تمام صیغہ جات کے افسران اپنی اپنی رپورٹیں پیش کریں۔ حضور ایدہ اللہ باوجود ناسازیٔ طبیعت کے تشریف فرما ہوئے۔ افسران جلسہ نے اپنے اپنے صیغہ کی رپورٹ سنائی۔ اور وہ بعض باتیں بھی پیش کیں۔ جو جلسہ کے انتظام میں ان کو پیش آئیں۔ پھر حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ نے بوجہ نقاہت کرسی پر بیٹھ کر صدر انجمن احمدیہ اور جملہ کارکنان جلسہ کو یہ ہدایات فرمائیں:۔

(۱) ہر محلہ میں صدر انجمن زمین کا ایک ایک قطعہ خرید کر مشترکہ اغراض اور جلسہ کے انتظامات کے لئے وقف کرے۔

(۲) احمدیہ نئی آبادی کے متعلق حضور نے فرمایا کہ یہ فیصلہ بھی کرنا چاہیئے۔ کہ ہر محلہ کتنی جگہ میں آباد ہو۔ پھر اس مقررہ و معینہ و محدودہ جگہ سے کوئی محلہ آگے نہ بڑھے۔

(۳) ہر دو محلوں کے درمیان کسی قدر جگہ خالی چھوڑی جائے۔ ایسا ہی ہر محلہ کے درمیان بھی کچھ جگہ مشترکہ ضروریات کے لئے خالی رکھی جائے۔

(۴) آئندہ جدید آباد ہونے والے محلوں کی اندرونی گلیاں ۲۰ فٹ سے کم نہ ہوں۔

(۵) اور ہر محلہ کے ارد گرد سے گزرنے والی سڑک ۶۰ فٹ اور درمیان سے گذرنے والی پچاس فٹ سے کم نہ ہو۔

(۶) جب کوئی شخص مکان بنانے کے لئے زمین خریدے۔ تو امور عامہ دیکھ لیا کرے۔ کہ سڑکوں اور گلیوں کے لئے مقرر شدہ زمین چھوڑی گئی ہے یا نہیں؟

(۷) حضور نے فرمایا۔ کہ جلسہ سالانہ کے واسطے خالص گھی خریدا جائے۔ جس کے لئے خاص طور پر جلسہ سے کافی عرصہ پہلے زمیندار جماعتوں کو تحریک کی جائے۔ کہ وہ خرید خرید کر جمع کر کے بھیج سکیں۔

(۸) سالانہ جلسہ پر عمدہ کھانا (سالن۔ دال) پکوانا چاہیئے۔ اور اسکی نگرانی کے لئے خاص طور پر ایک افسر ہوا کرے۔ جو روزانہ دو وقت ہر لنگر کا کھانا دیکھ کر پاس کیا کرے۔ اور اگر کھانے کو ناقص دیکھے۔ تو نقص دور کرنے کے لئے ہدایات دیا کرے۔ ایسا افسر مہمانوں کا قائم مقام ہوگا۔ اور اس کا یہ فرض ہوگا۔ کہ کھانے کے متعلق مجھے بھی اطلاع دیتا رہے۔ اور فرمایا۔ میں بھی جلسہ کے ایام میں مختلف مقامات سے جہاں جہاں کھانا پکتا ہوگا کھانا منگا کر کھایا کروں گا۔ تاکہ معلوم ہوتا رہے۔ کہ کیسا کھانا پکتا ہے۔

(۹) پھر فرمایا۔ کہ ایک صیغہ جلسہ پر مردم شماری کے لئے ہونا چاہیئے۔ جو مہمانوں کی تعداد معلوم کرے۔ اور یہ بھی دیکھے کہ کھانے کی پرچیاں کیا مہمانوں کی تعداد کے مطابق ہیں۔ اور مہمان کس کس مکان میں کتنی کتنی تعداد میں ٹھیرے ہوئے ہیں۔ فرمایا اس انتظام کی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ اس دفعہ احراری اور مصری پارٹی والوں نے دھوکہ سے بہت سی پرچیاں لکھوا کر کھانا لینے کی کوشش کر کے نقصان پہنچایا۔

(۱۰) مہمانوں کے ٹھہرانے کیلئے مکانوں کے انتظام کے بارے میں فرمایا۔ کہ ابھی سے محلہ وار مکان شمار کر لئے جائیں۔ کہ کتنے کل مکان ہیں اور کس کس کے قبضہ میں ہیں۔ پھر شروع نومبر سے جلسہ پر آنے والے مہمانوں کیلئے مکان مانگنے لگیں۔ تاکہ پتہ لگ جائے۔ کہ کس کس نے مکان دیئے۔ اور کس نے نہیں دیئے۔

(۱۱) کسیر جو ایام جلسہ میں مہمانوں کے سونے والے کمروں اور جلسہ گاہ وغیرہ میں بچھائی جاتی ہے۔ کے جمع کرنے کے لئے ایک افسر ہو۔ جو ضرورت کے مطابق کسیر جمع کرے۔ اور ہر مکان کے اندازے کے مطابق تقسیم کرے

(۱۲) روشنی کے متعلق فرمایا۔ کہ وہ دوست جن کے گھروں میں بجلی لگی ہوئی ہے۔ اگر جلسہ کے دنوں میں اپنے اپنے مکانوں کے باہر بھی ایک لیمپ بجلی کا وہ لگا دیا کریں۔ تو اس سے مہمانوں کو بہت آرام مل سکتا ہے۔ پس روشنی کا خاص انتظام ہونا چاہیئے۔

(۱۳) والنٹیئرز تقسیم کرنے کا کام بھی ایک ایسے افسر کے سپرد ہو۔ جو مختلف جگہ ضرورت کے لحاظ سے والنٹیر لگائے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک محلہ کے والنٹیئرز اپنے محلہ میں ہی لگائے جاویں۔ چاہے ان کے محلہ میں کم آدمیوں کی ضرورت ہو۔ غرض کچھ والنٹیئرز اپنے پاس ریزرو بھی رکھے۔ جو ضرورت پر کام آسکیں۔

(۱۴) نیشنل لیگ کور کے متعلق فرمایا۔ کہ کور کے والنٹیئرز اپنے کام کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی کام آسکتے اور لگائے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

ان تمام ہدایات کے بعد جو مفصل تقریر میں حضور نے ارشاد فرمائی ہیں۔ دعا فرمائی۔ بعد ازاں ہر ایک چھوٹے بڑے کارکن جلسہ سالانہ کو مصافحہ سے عزت بخشی۔

اعلان

ایک احمدی عورت حج کرنے کے لئے جانا چاہتی ہے۔ جس کے لئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی احمدی دوست معہ بیوی حج کے لئے جا رہے ہوں۔ تو وہ اطلاع دیں تاکہ یہ احمدی خاتون ان کے ساتھ حج کو جا سکیں۔

ناظر صاحب اعلیٰ فرماتے ہیں۔ مرکز تک ایسی شکایات پہنچی ہیں۔ کہ بعض اہم جماعتوں میں عہدہ داروں کے انتخاب کے موقعہ پر پروپاگنڈا ہوا ہے۔ جو نہایت نامناسب ہے اس لئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ یہ تمام جماعتوں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عہدہ داروں کے انتخابات کے وقت ہرگز کوئی پروپیگنڈا نہیں ہونا چاہیئے۔ اور نہ کوئی دوست کسی کو ووٹ دینے کے لئے ترغیب دے اور کہے۔ اگر کسی جماعت کے متعلق ایسی شکایت ثابت ہوئی۔ تو اس کے انتخاب کو کالعدم قرار دیا جائیگا۔

ناظر صاحب بیت المال اطلاع دیتے ہیں۔ کہ اخراجات جلسہ سالانہ کے لئے ہر ایک جماعت کو شرح چندہ کے رو سے ایک رقم مقرر کر کے اطلاع دی گئی تھی جس کا جلسہ سے قبل ادا کر دیا جانا ضروری تھا۔ لیکن بہت سی جماعتیں ایسی ہیں۔ جن سے مقرر کردہ رقم وصول نہیں ہوئی۔ اس اعلان کے ذریعہ میں اس امر کو واضح کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اب چونکہ جلسہ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ احباب اور جماعتوں کو یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جلسہ سالانہ کے اخراجات پورے ہو چکے ہوں گے۔ اور اب ان کے لئے اس چندہ کی ادائیگی ضروری نہ رہی ہوگی کیونکہ اخراجات جلسہ سالانہ پورے کرنے کے لئے ہر ایک جماعت سے مقرر شدہ رقم چندہ جلسہ سالانہ کا وصول ہونا ضروری ہے۔

اب جلسہ سالانہ کے اخراجات کا حساب کر کے دوکانداروں اور ٹھیکہ داروں کو روپیہ ادا کیا جاتا ہے۔ اور اسکی ادائیگی جماعتوں سے باقی رقوم کے وصول ہونے پر موقوف ہے۔ اس لئے احباب اور عہدیداران جماعت کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنا اور اپنی جماعت کا چندہ جلسہ سالانہ بہت جلد فراہم کر کے بھجوا دیں۔

غیر ممالک میں احمدیہ مشن

یوگنڈا

شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل احمدی مبلغ مشرقی افریقہ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ماہ اکتوبر و نومبر یوگنڈا میں گزارا ہے یہ علاقہ افریقہ کا زرخیز حصہ ہے۔ یہاں احمدیت کا پیغام پہنچانے کا طریق یہی ہے کہ ان کی ملکی زبان میں لٹریچر شائع کیا جائے جماعت احمدیہ یوگنڈا نے ہر دو ماہ کے بعد یوگنڈا زبان میں ایک ٹریکٹ شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور پہلا ٹریکٹ "الہادی" نام سے نکالا گیا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "موجودہ زمانہ کا نجات دہندہ" ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ یوگنڈا کے باشندوں کی زبان میں احمدیت کی تبلیغ کا یہ پہلا اشتہار ہے۔ جو نہایت دلچسپی سے پڑھا گیا۔

اسی دوران میں "سواحیلی" کا ستمبر نمبر رسالہ جو ٹانگانیکا۔ کنیا کالونی و زنجبار میں تبلیغ کا مؤثر ذریعہ ہے۔ شائع ہوا۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کا کلام اسلامی اصول کی فلاسفی سے ترجمہ کیا گیا۔

مشرقی افریقہ میں جو عربی زبان بولنے اور سمجھنے والے ہیں۔ ان کے لئے سیرت النبیؐ کے جلسوں پر تقسیم کرنے کیلئے "شمس الہدیٰ" کے نام سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعت شائع کی گئی۔

مندرجہ بالا اشتہارات کے علاوہ یوگنڈا زبان کے اخبارات نے اسی عرصہ میں احمدیت کے متعلق نوٹس شائع کئے۔ ایک ہفتہ وار اخبار میں دو نوٹ نکلے۔ ایک میں احمدیت کی مختصر تاریخ اور حضرت اقدسؑ کا دعویٰ اور جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات اور تبلیغی مساعی بمشرقی افریقہ میں احمدیہ مشن کا قیام۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے زمانہ میں رسالہ "سواحیلی" کے اجراء کا ذکر عمدہ پیرایہ میں کیا گیا ہے۔ دوسرے نوٹ میں مسئلہ غلامی کے متعلق اسلامی تعلیم اور سیرت النبیؐ کے جلسہ کے متعلق لکھا۔ ایک دوسرا اخبار جو ہفتہ میں تین بار نکلتا ہے۔ اس میں قرآن مجید کی تعریف حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں شائع کی ہے۔ پس احباب سے درخواست

فری ٹاؤن

مولوی نذیر احمدؐ صاحب احمدی مبلغ گولڈ کوسٹ و سیرالیون (افریقہ) لکھتے ہیں۔ کہ ۴ر نومبر ۳۷ء کو انہوں نے ولبر فورس میموریل ہال میں جو فری ٹاؤن کا سب سے بڑا ہال ہے۔ آنحضرت صلعم کی رواداری پر لیکچر دیا۔ مسلمان عیسائی کثرت سے جلسہ میں شامل ہوئے۔ لیکچر اور سوال و جواب دو گھنٹہ سے زاید تک جاری رہا۔ مسٹر احمد الہادی ایم۔ بی۔ ای جسٹس آف پیس نے جلسہ کی صدارت کی۔

فری ٹاؤن کے مسلمانوں کو غیر مبایعین (پیغامیوں) نے اخباروں و کتابوں کے ذریعہ ہمارے خلاف سخت بھڑکا رکھا ہے۔ ۷ر اکتوبر کو ڈیڑھ گھنٹہ میں نے کانگرس کے ایک جلسہ میں تقریر کی۔ جس میں مسلمانوں کی یہود سے مماثلت۔ وفات مسیح۔ نزول مسیح۔ ختم نبوت۔ صداقت مسیح موعودؑ اور مسئلہ کفر و اسلام اور غیر احمدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی تشریح کی۔ انہیں مسائل کی بنا پر پیغامی یہاں احمدیت کے خلاف لوگوں کو مسموم کرتے ہیں۔ خدا کا فضل ہوا۔ کہ مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کانگرس کے جلسہ میں جملہ اختلافی مسائل پر تقریر کا مجھے موقعہ بخشا۔ اس وقت بڑے زور سے فری ٹاؤن میں احمدیت کی مخالفت ہو رہی ہے۔ جس کا بڑا فائدہ یہ ہوا ہے۔ کہ ہر شخص کو پتہ لگ گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک خادم مبلغ یہاں موجود ہے۔ قریباً دس مخلص اس خاکسار کے ذریعہ ایک ماہ میں داخل احمدیت ہوئے۔ اور غیر احمدیوں کے پیچھے نماز ترک کر دی نیک فطرت غیر احمدی ہماری طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اور کانگرس سے بیزار ہیں۔ ایک صاحب نے اپنا مکان اس غرض سے پیش کیا ہے۔ کہ میں وہاں جا کر لیکچر دیا کروں۔ فجزاہ اللہ۔

اس وقت تک ۳۱ کس نے بیعت کے فارم پُر کر دیئے ہیں۔ سینکڑوں قریب آ رہے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی ہوگا۔ نومبایعین کی اپنی استقامت اور ان کے حقیقی طور پر احمدی بننے کے لئے دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ ان لوگوں کی بیعت بھی محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ جس میں خاکسار کی کوششوں کا بہت کم دخل ہے۔ ایک قبیلہ کا چیف اور امام مسجد احمدی ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالےٰ استقامت دے۔

خاکسار نذیر احمدؐ عفی اللہ عنہ مبلغ انچارج سیرالیون و گولڈ کوسٹ۔

انتقال مقدمہ کی اپیل پر ہائی کورٹ پنجاب کا فیصلہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھائی جسونت سنگھ مجسٹریٹ علاقہ بٹالہ کی عدالت میں جو مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری پولیس کی طرف سے جناب خانصاحب مولوی فرزند علی ناظر بیت المال اور جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ اور مکرم میر محمدؐ اسحاق صاحب ناظر ضیافت اور محترم مولوی ابو العطاء اللہ دتا صاحب کے خلاف دائر تھا۔ اس کے انتقال کے لئے بعض وجوہ کی بناء پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کے حضور درخواست دی گئی۔ جو انہوں نے نامنظور کر دی۔ اور اس کا اپیل عدالت عالیہ ہائی کورٹ لاہور میں کیا گیا۔ جس کو آنریبل مسٹر جسٹس بلیکر جج ہائیکورٹ نے منظور فرما کر مقدمہ کو عدالت بٹالہ سے منتقل کر دیا۔ جس کو اب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب گورداسپور کی عدالت میں بھیجا گیا ہے۔ اور اسمیں ۱۹ر جنوری ۳۸ء تاریخ پیشی مقرر ہوئی ہے۔ عدالت عالیہ اپیل نے جو فیصلہ اس اپیل انتقال مقدمہ کا لکھا ہے۔ ناظرین فاروق کی آگاہی کے لئے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:۔

عدالت عالیہ ہائی کورٹ پنجاب کا فیصلہ

آنریبل مسٹر جسٹس بلیکر یہ فیصلہ لکھتے ہیں:۔

یہ دو درخواستیں اس مقدمہ کے انتقال کے لئے ہیں۔ جسکی کارروائی ایس جسونت سنگھ اپل ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ کی عدالت میں جاری ہے۔

یہ معاملات ۱۸ر ستمبر گذشتہ کو عدالت ہذا کے سامنے آئے۔ جبکہ نوٹس جاری کیا گیا تھا۔ اور مزید کارروائی روک دی گئی تھی۔ اب درخواست کنندہ کی طرف سے مزید وجوہ پیش کی گئی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسکی اس درخواست پر کہ کارروائی کو روکنے کے لئے مجسٹریٹ کو تار کے ذریعہ ایک حکم بھیجا گیا تھا۔ اس بارے میں ایک حلفی بیان پیش کیا گیا ہے۔ کہ دن کے ابتدائی حصہ میں فاضل مجسٹریٹ کو ایک تار دیا گیا۔ جسے اس نے نہیں کھولا۔ درخواست کنندہ کے وکیل نے یہ کہتے ہوئے کہ وہ بعض وجوہ سے یہ سمجھتا ہے۔ کہ کارروائی کو روکنے کے متعلق یہ عدالت عالیہ کی طرف سے کوئی حکم ہے۔ کھولنے کے لئے کہا۔ لیکن فاضل مجسٹریٹ نے نہ صرف اسی وقت اسے کھولنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ وقفہ لنچ کے دوران میں بھی نہ کھولا۔ اور آخری وقت تک مقدمہ کی سماعت جاری رکھی۔ اس کے بعد جب اسے کھولا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حقیقت میں یہی حکم تھا۔ فی الحقیقت دن کے دوران میں ایک دوسرا تار بھی موصول ہوا۔ لیکن مجسٹریٹ نے اس کو بھی نہ کھولا۔ فاضل مجسٹریٹ نے اپنے جواب میں تسلیم کیا ہے۔ کہ اسے دونوں تار موصول ہوئے اور اس نے انہیں چار بجے شام تک نہ کھولا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس نے تاروں کو روزمرہ کام کے معمول کے ضمن میں شمار کیا۔ اور ان کو کھولنے اور پڑھنے کے لئے گواہ کی شہادت کو بند نہ کیا۔ وقفۂ لنچ کے دوران میں پہلا تار نہ کھولنے کی وجہ اس نے یہ بیان کی ہے۔ کہ کارروائی صرف چند منٹوں کے لئے ملتوی ہوئی تھی۔ اور اس نے لنچ کے فوراً بعد مقدمہ کی سماعت شروع کر دی تھی۔

میں اس بات کو بلا تامل تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ۱۸ر ستمبر کے اس واقعہ سے قبل ان اصل وجوہ انتقال سے بہت زیادہ متاثر نہیں ہوا تھا۔ لیکن فاضل مجسٹریٹ کے اس بیان کو جو اس نے تاریں نہ کھولنے کے متعلق دیا ہے۔ تسلیم کرنا مشکل ہے۔ ایک تار وصول کرنے والے شخص کے لئے جو خواہ کتنے ہی اہم اور استغراق آمیز کام میں کیوں نہ مشغول ہو۔ قدرتی طریق یہی ہے۔ کہ وہ کھول کر دیکھے۔ کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ تاریں اگرچہ روزمرہ کے معمول کے ماتحت ہوتی ہیں۔ لیکن بسااوقات ان میں اہم اور فوری خبریں بھی ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس احساس سے گریز کرنا ناممکن ہے۔ کہ مجسٹریٹ نے یہ جانتے ہوئے کہ مقدمہ کے انتقال کے متعلق کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ اور کارروائی کے روکے جانے کا حکم جاری ہونے والا ہے۔ اس کارروائی کو اپنے لئے موجب ذلت سمجھا۔ اور دیدہ دانستہ تاریں کھولنے سے احتراز کیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا۔ کہ ان تاروں میں کیا لکھا ہے۔ اگرچہ اس مقدمہ کے حالات میں اس مجسٹریٹ کے لئے جو ان حملوں کا شکار بنایا گیا ہے۔ کسی قدر ہمدردی ہو سکتی ہے۔ تاہم اسے اس معاملہ میں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ ایک مجسٹریٹ ہے۔ اور اسے اس قسم کے تمام جذبات اپنے دل سے نکال دینے چاہئیں۔ اور انہیں ہرگز اجازت نہیں دینی چاہیئے۔ کہ وہ معمولی سے معمولی رنگ میں بھی اس کے جذبۂ عدل پر اثر انداز ہو سکیں میں کسی قدر ناخواستہ طور پر یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں۔ کہ مجسٹریٹ کے اس رویہ کے پیش نظر جس کا مظاہرہ اس نے ۱۸ر ستمبر کو کیا۔ یہ باور کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں۔ کہ اگر پہلے نہیں تو اب درخواست کنندہ کا یہ اندیشہ بالکل درست ہے۔ کہ اس خاص مجسٹریٹ کی عدالت سے غیر جانبدارانہ فیصلہ کی توقع نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا میں ان درخواستوں کو منظور کرتا ہوں۔ اور ہدایت دیتا ہوں۔ کہ اس مجسٹریٹ کی عدالت سے کارروائی منتقل کر دی جائے۔ یہ کیس بہت اہم معلوم ہوتے ہیں۔ اور فاضل وکیل سرکار کے مشورہ پر جس کی وکیل درخواست کنندہ نے تائید کی ہے۔ میں فاضل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ دیکھیں۔ آیا وہ خود ان کی سماعت کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر ان کی دوسری مصروفیات ایسا کرنے سے مانع رکھیں۔ تو انہیں یہ مقدمات کسی سینئر اور تجربہ کار مجسٹریٹ کی عدالت میں منتقل کرنے چاہئیں۔

تپدق کے انسداد کیلئے زبردست کوشش

تپدق ایک ایسا موذی اور خوفناک مرض ہے جس نے ہندوستان میں خوفناک تباہی مچا رکھی ہے۔ اور ہر شخص اپنے گردوپیش نظر ڈال کر اسکی تباہ کاریوں کا نظارہ کر سکتا ہے۔ اس لئے ہر وہ کوشش جو اس کے انسداد کے لئے کی جائے۔ اور ہر قدم جو اس کے مقابلہ کے لئے اٹھایا جائے۔ اس قابل ہے۔ کہ ہر ہندوستانی صدق دل سے اس کے ساتھ تعاون کرے۔ اور اسکی کامیابی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔

یہ خبر ہر دردمند ہندوستانی کے لئے خوش کن ہوگی۔ کہ ہمارے موجودہ وائسرائے لارڈ لنلتھگو کی بیگم صاحبہ نے اس موذی مرض کے مقابلہ اور اس کے انسداد کیلئے ملک معظم کے نام پر ایک فنڈ قائم کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ۲۰ر دسمبر ۳۷ء کو لاہور جناب گورنر صاحب پنجاب کے زیر صدارت ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جس کے صدر پنجاب کے وزیر تعلیم پنجاب اور بہت سے معزز شہری اور سرکاری عہدیدار ممبر مقرر ہوئے ہیں۔ گورنر صاحب نے اپنی تقریر میں بتایا۔ کہ پہلے تو یہ موذی مرض صرف شہروں تک ہی محدود تھا۔ مگر اب دیہات میں پہنچ گیا ہے۔ اور اگر اسکا مقابلہ نہ کیا گیا۔ تو اسکی تباہی بہت بڑھ جائیگی۔ ہمیں امید کامل ہے۔ کہ ہر ہندوستانی دلی مسرت کیساتھ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۳ قادیان دارالامان مورخہ ۷ رجنوری ۱۹۳۸ء نمبر اول

خطبہ جمعہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انسانی فطرت ہمیشہ ہی ہدایت کی جستجو میں رہتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا یقینی اور قطعی امر ہے۔ کہ اس کے متعلق کبھی بھی ایک عقلمند اور غور اور فکر کرنے والا انسان شبہ میں نہیں رہ سکتا لیکن باوجود اس کے انسانی تعصبات اتنے بڑھ گئے ہیں۔ اور عارضی پردے انسان کی عقل پر اتنے پڑ گئے ہیں۔ کہ بالعموم ایک انسان دوسرے انسان کے متعلق بدظنی کی طرف زیادہ مائل رہتا ہے۔ اور اگر اسے دوسرے کی کوئی نیکی معلوم ہوتی ہے۔ تو وہ اسکو منافقت کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ یہ حالتِ دماغی ہمیشہ ہی فتنے اور فساد پیدا کرتی چلی جاتی ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو ہدایت سے محروم بھی کر دیتی ہے۔ بلکہ مایوسی پیدا ہی اسی وجہ سے ہوتی ہے۔ مایوسی اور بدظنی لازم ملزوم ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو خاص طور پر تاکید فرمائی ہے۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى۔ کہ تو لوگوں کو ہمیشہ سمجھاتا رہ۔ کیونکہ دنیا کا مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے۔ اور تجربہ اسکا شاہد۔ کہ ہمیشہ ہی انسان کو نصیحت کرنے اور سمجھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اسی مایوسی کو دور فرمایا ہے۔ کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے بعض لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں۔ کہ لوگ ہماری باتیں نہیں سنیں گے۔ اور اگر سنیں گے۔ تو توجہ نہیں کرینگے اور اگر توجہ کریں گے تو ان کو قبول نہیں کریں گے۔ اور نہ وہ صحیح راستہ جو انہیں بتایا جائیگا۔ اسے اختیار کریں گے۔ اور اگر انہوں نے صحیح راستہ اختیار کر لیا۔ اور ہماری بات کو مان بھی لیا۔ تو صداقت کو علی الاعلان قبول کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ یہ چار خیالات انسان آپ ہی اپنے ذہن میں پیدا کر لیتا۔ اور پھر اپنے نفس کو یہ کہتے ہوئے خوش کر لیتا ہے۔ کہ میں نے لوگوں کی ہدایت کے لئے پورا زور لگا لیا۔ حالانکہ یہ انسانی فطرت پر بدگمانی ہے۔ اور ایسا خیال کرنا واقعات کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہر انسان کے اندر جستجو کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ اور چونکہ یہ طبعی مادہ ہے۔ اس لئے کوئی بھی اس سے محروم نہیں۔ انسان خواہ ہندو ہو۔ خواہ عیسائی۔ خواہ یہودی ہو خواہ مجوسی۔ اندرونی طور پر اس کا دل چاہتا ہے۔ کہ میں صحیح راستہ اختیار کروں۔ لیکن بدظنیاں، شقاق، لڑائیاں اور صحیح ذرائع کا بہم نہ پہنچنا اس کو بُرائی کی طرف مائل کر دیتے۔ یا ہدایت سے کلیۃً محروم کر دیتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کل مولود یولد علی الفطرۃ یا ایک حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ کہ کل مولد یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ۔ کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ فطرت صحیحہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ فطرتِ اسلامی پر پیدا ہونے کے یہی معنی ہیں۔ کہ فطرتی طور پر اس کے اندر یہ خوبی رکھی جاتی ہے۔ کہ وہ سچائی کے آگے سر جھکا دے۔ کیونکہ اسلام کے معنی اطاعت و انقیاد کے ہیں۔ پس ہر بچہ کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات داخل کی ہے۔ کہ وہ سچائی کے آگے سر جھکا دے۔ مگر جب وہ بڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یعنی اسکی فطرت پر دوسرا غلاف چڑھا دیا جاتا ہے۔ اور جب اس کے سامنے ایسے عقائد بیان کئے جاتے ہیں۔ جو فطرت صحیحہ کے خلاف ہوتے ہیں۔ تو وہ اسی رو میں بہ جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ فطرت انسانی میں نیکی رکھی گئی ہے۔ اور وہ کبھی نہیں بدلتی۔ ہاں عارضی طور پر وہ اس پر پڑ جائے تو فطرت کی روشنی مدھم ہو جاتی ہے۔ مگر جب بھی وہ پردہ اس سے اٹھا دیا جائے، فطرت اپنی اصل صورت میں جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے۔ کوئی کہے کہ جب ایک شخص بعد میں یہودی یا عیسائی یا مجوسی بن جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ فطرت بھی بدل جاتی ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ فابواہ یغیران فطرتہ۔ کہ اس کے ماں باپ اسکی فطرت کو بدل دیتے ہیں۔ بلکہ آپ نے جو کچھ فرمایا وہ یہ ہے۔ کہ فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کہ اس کے ماں باپ کے اثرات کی وجہ سے وہ یہودی ہو جاتا ہے۔ یا عیسائی ہو جاتا ہے یا مجوسی ہو جاتا ہے۔ اب یہودی۔ عیسائی یا مجوسی ہو جانا اور چیز ہے۔ اور فطرت انسانی کا بدلنا اور چیز ہے۔ فطرت کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا ہے۔ کہ پہاڑ کا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا آسان ہے۔ مگر فطرت کا بدلنا مشکل ہے۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے بتا دیا کہ جب میں کہتا ہوں۔ کہ فطرتِ صحیحہ کے باوجود انسان میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ تو اس تبدیلی سے سطحی تبدیلی مراد ہوتی ہے۔ ورنہ فطرت وہیں قائم رہتی ہے۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے عورتیں برقعہ پہن لیتی ہیں۔ اب اگر ایک عورت برقعہ پہنے اور کوئی شخص اس برقعہ کو دیکھ کر کہے۔ کہ اسکی آنکھیں بھی ماری گئی ہیں۔ اور اس کا چہرہ بھی مسخ ہو گیا ہے۔ تو ہر شخص اسے بے وقوف کہے گا۔ کیونکہ ان چیزوں پر برقعہ کے ذریعہ صرف پردہ پڑا ہوتا ہے۔ ورنہ چیزیں اصل میں موجود ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچہ ماں باپ کے اثرات کے نتیجہ میں یہودیت یا نصرانیت یا مجوسیت کا برقعہ پہنتا ہے۔ فطرت نہیں بدلتی۔ کیونکہ پہاڑ ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکتا ہے۔ مگر فطرت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ تو فطرتِ انسانی اسی جگہ قائم رہتی ہے۔ البتہ ماں باپ اسکی عادات میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اس کے سطحی خیالات میں تبدیلی کر دیتے ہیں۔ اور وہ ایک دھوکے میں آ جاتا ہے۔ پس رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے ان دونوں مضمونوں کو بیان کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یا بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ فطرت ایسی چیز ہے۔ جو کبھی نہیں بدلتی۔ اور جب ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ تو کسی وقت انسانوں کی انسانیت سے مایوس ہو جانا محض حماقت اور نادانی ہے۔ یہی مایوسی جب اپنی ذات کے متعلق پیدا ہوتی ہے۔ تو انسان گناہوں میں بڑھ جاتا ہے۔ اور یہی مایوسی جب دوسرے لوگوں کے متعلق اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ تو وہ تبلیغ چھوڑ دیتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ جب وہ اپنے آپ سے مایوس ہو کر اپنے نفس کی اصلاح ترک کر دیتا ہے۔ وہی وقت اسکی اصلاح اور روحانی ترقی کا ہوتا ہے۔ مگر وہ عین وقت پر اپنی کوشش اسکو چھوڑ دیتا ہے۔ اس طرح عظیم الشان

نیکیوں کے حصول سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہمیشہ کے لئے گناہوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ انسان گناہوں میں کتنا ہی ملوث کیوں نہ ہو۔ اگر وہ یہ کوشش کرتا رہتا ہے۔ کہ میں گناہوں سے بچوں اور اسی کوشش میں اسکی موت واقع ہو جائے تو جہاں تک میں نے اسلام اور قرآن کا مطالعہ کیا ہے۔ میرا مذہب یہی ہے۔ کہ وہ ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ کے انعامات کا مستحق ہوگا کیونکہ اگر وہ واقعہ میں گناہوں کی دلدل میں پھنس گیا تھا۔ اور اس نے اس دلدل سے نکلنے کی پوری کوشش کی اور کوشش کرتا چلا گیا۔ اور اسی حالت میں اسے موت آگئی۔ تو موت پر اس کا کیا اختیار تھا۔ کہ وہ اسے روک سکتا۔ یہ موت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس پر آئی۔ اور اس موت کے آ جانے کی وجہ سے وہ گناہوں کی دلدل سے نکلنے سے محروم رہا۔ ورنہ اگر موت نہ آتی۔ تو ممکن تھا کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا۔ پس چونکہ موت خدا تعالےٰ کی طرف سے آئی۔ اور اس پر ایسی حالت میں آئی۔ جبکہ گناہوں سے نکلنے کی وہ پوری کوشش کر رہا تھا۔ اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ خدا تعالےٰ اسے یہ کہے۔ کہ جا جہنم میں۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے جہنم میں جانے کا باعث خدا تعالےٰ کا فعل ہوگا۔ (نعوذ باللہ) اس کا نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اس عقیدہ سے گناہوں پر دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ فیصلہ کرنا کہ وہ گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا یا نہیں خدا تعالےٰ کا کام ہے۔ انسان کو کیا پتہ کہ میں واقعہ میں گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہوں۔ یا اگر چاہوں۔ تو ان سے بچ سکتا ہوں۔ پس چونکہ یہ فیصلہ خدا تعالےٰ نے کرنا ہے۔ اس لئے گناہوں پر یہ دلیر نہیں ہو سکتا۔ غرض جو شخص گناہوں سے بچنے کی سچے طور پر کوشش کرتا ہے۔ اور اسی کوشش میں مر جاتا ہے۔ وہ یقیناً نیک لکھا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت احادیث سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے بہت سے گناہ کئے۔ مگر آخر اس کے دل میں توبہ کا خیال پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں رائج خیال یہی تھا۔ کہ توبہ بغیر علماء کی اجازت کے قبول نہیں ہو سکتی۔ اسی قومی رواج کے مطابق وہ مختلف علماء کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے یہ یہ گناہ کئے ہیں۔ اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ جب وہ کسی عالم کو اپنا واقعہ سناتا۔ تو وہ کہتا۔ کہ تیری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اگر تیرے جیسے انسان کی توبہ قبول کی جائے۔ تو دنیا میں گناہ کی انتہا نہ رہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہ چونکہ علاوہ اور گناہوں کے قتل کا بھی مرتکب ہو چکا تھا۔ اور بڑا بھاری قاتل تھا۔ اس لئے وہ کہتا۔ کہ اگر میری توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ تو میں تم کو بھی زندہ نہیں رہنے دیتا۔ چنانچہ وہ اسے قتل کر دیتا۔ پھر وہ دوسرے کے پاس گیا۔ پھر تیسرے کے پاس گیا۔ پھر چوتھے کے پاس گیا۔ مگر سب اسکی توبہ قبول کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور وہ ہر ایک کو قتل کرتا گیا۔ آخر لوگوں نے اسے کہا۔ کہ تو توبہ کے لئے گھر سے نکلا ہے۔ مگر قتل کر کے اور بھی گنہگار ہوتا جاتا ہے۔ وہ کہنے لگا میں تو توبہ کرتا ہوں۔ مگر لوگ کہتے ہیں تیرے لئے توبہ کا دروازہ بند ہے۔ اس لئے میں غصہ میں آکر انہیں بھی قتل کر دیتا ہوں۔ آخر لوگوں نے اسے کہا۔ کہ فلاں علاقہ میں ایک شخص ہے۔ تو اس کے پاس جا۔ امید ہے۔ کہ وہ تیری توبہ قبول کرے گا۔ جب وہ چلا۔ تو ابھی وہ راستہ میں ہی تھا۔ کہ اسکی جان نکل گئی۔ اس پر ملائکۂ رحمت اور ملائکۂ عذاب کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔ ملائکۂ عذاب نے کہا۔ کہ ہم اسکی روح دوزخ میں لے جائیں گے۔ کیونکہ یہ گنہگار تھا۔ مگر ملائکۂ رحمت کہتے۔ کہ یہ توبہ کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ پس ہم اسے جنت میں لے جائیں گے آخر اللہ تعالےٰ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہؤا۔ کہ کس کی بات صحیح ہے۔ اور اس شخص کے متعلق کیا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ تم یہ دیکھو۔ کہ وہ اس مقام کے زیادہ قریب ہے۔ جہاں توبہ کرنے جا رہا تھا۔ یا اس مقام کے زیادہ قریب ہے۔ جہاں سے وہ گناہ کر کے نکلا تھا۔ جب ملائکہ ان جگہوں کو ماپنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس راستہ کو جو توبہ کا تھا چھوٹا کر دیا۔ مگر اس راستہ کو جو گناہ والا تھا۔ لمبا کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ چونکہ یہ توبہ کے مقام کے زیادہ قریب ہے۔ اس لئے اسکی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ اسے جنت میں لے جایا جائے۔ اس حدیث کے یہ معنے نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ اور اس کے ملائکہ کے درمیان ضرور اس قسم کی باتیں ہوئی ہوں۔ یہ اصطلاحی الفاظ ہوتے ہیں۔ اور مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جب کوئی شخص گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے مر جاتا ہے۔ تو ملائکہ تردد میں پڑ جاتے ہیں۔ ملائکہ تو احکام الٰہی کی اطاعت کیا کرتے ہیں۔ تردد کا مفہوم صرف یہ ہے۔ کہ جس وقت کوئی جان توبہ کی کوشش کرتے ہوئے نکلتی ہے۔ اور بظاہر حقیقی توبہ اسے نصیب نہیں ہوتی۔ تو ملائکہ میں ایک اضطراب سا پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ تو جنت کا مستحق ہے۔ دوزخ کا نہیں۔ اور پھر خدا تعالےٰ بھی انہی کی تائید کرتا ہے۔

غرض انسان جب اپنی فطرت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ تو گناہ میں بڑھ جاتا ہے۔ اور جب دوسروں سے مایوس ہو جاتا ہے۔ تو تبلیغ میں سست ہو جاتا ہے۔ کئی لوگ ہیں۔ جو میرے پاس آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ حق تو یہی ہے۔ مگر لوگ مانتے نہیں۔ میں ہمیشہ ان سے کہتا ہوں۔ کہ اگر لوگ واقعہ میں نہیں مانتے تو ہماری جماعت میں جو لوگ نئے داخل ہوتے ہیں۔ یہ کہاں سے آتے ہیں۔ اگر لوگ اتنے ہی سنگدل اور حقیقت سے بے بہرہ ہو گئے ہیں۔ کہ وہ سچائی کی باتیں سنتے ہیں مگر مانتے نہیں۔ تو سوال یہ ہے۔ کہ ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کوئی آدمی نہ تھا۔ پھر وہ وقت آیا۔ جب آپ کے ساتھ ہزاروں آدمی تھے۔ اور اب تو لاکھوں تک پہنچ گئے ہیں۔ تو یہ لوگ کہاں سے آگئے۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ انسان کبھی صحیح راستہ اختیار نہیں کرتا۔ وہ یا افراط کی طرف چلا جاتا ہے۔ یا تفریط کی طرف۔ یا تو وہ کہتا ہے۔ کہ میری اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔ اور یا وہ یہ کہنے لگ جاتا ہے۔ کہ میں ہی اصلاح کے قابل تھا۔ باقی دنیا اصلاح کے قابل نہیں۔ اسی طرح اگر اس کے اندر خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے۔ میری یہ کہاں قسمت ہے۔ کہ مجھے ہدایت حاصل ہو۔ اور جب اسے ہدایت مل جاتی ہے۔ تو وہ یہ کہنے لگ جاتا ہے۔ کہ میں ہی دنیا میں ایک خوش قسمت انسان ہوں۔ میں ہی جنتی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا ہوں۔ باقی سب دوزخی اور جہنمی ہیں۔ حالانکہ اگر یہ آپ ڈوبتا ہے۔ تب بھی نقصان ہے۔ اور اگر یہ تو بچ جاتا ہے۔ مگر لوگ ڈوب جاتے ہیں۔ تب بھی نقصان ہے۔ کمال تو یہ ہے۔ کہ یہ بھی نہ ڈوبے۔ اور دوسرے لوگ بھی نہ ڈوبیں۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انسان اپنے نفس پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اور دوسرے لوگوں پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اگر وہ اپنے آپ پر بدظنی نہ کرے۔ اور اپنے رب پر بھی بدظنی نہ کرے۔ اور یہ سمجھے کہ وہ سخت گیر اور سنگدل نہیں۔ بلکہ رحم کرنے والا اور گنہگار کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔ مجھے چاہیئے۔ کہ میں گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا چلا جاؤں۔ تو اول تو وہ دنیا میں ہی کامیاب ہو جائے گا۔ اور شیطان کے پنجہ سے رہائی پا جائے گا۔ اور اگر دنیا میں کامیاب نہ ہؤا۔ اور اسی جد جہد میں اسے موت آجائے تب بھی خدا تعالےٰ کا فضل اسے ڈھانپ لیگا۔

غرض انسان اگر اپنے نفس پر بدظنی ترک کر دے تو اس سے اس کے گناہ بھی کم ہو جائیں۔ اور اس کے دل میں کام کرنے کی امنگ اور جوش پیدا ہو جائے۔ اسی طرح اگر وہ دنیا پر حسن ظنی کرے اور کہے۔ کہ اگر مجھے ہدایت مل سکتی ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ دوسروں کو نہیں مل سکتی۔ یقیناً جس طرح مجھے ہدایت ملی اسی طرح دوسروں کو بھی ہدایت مل سکتی ہے۔ تو اس کے نتیجہ میں وہ ان کو تبلیغ کرنے سے غافل نہیں ہوگا۔ اور اپنی کوشش میں مشغول رہے گا۔ یہاں تک کہ انہیں ہدایت حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ اس امر کی کئی مثالیں موجود ہیں کہ وہ لوگ جو ایک وقت صداقت کے شدید ترین دشمن ہوتے ہیں۔ دوسرے وقت میں اسی صداقت کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے والے بن جاتے ہیں حضرت عمرو بن العاص ایک مشہور صحابی گذرے ہیں۔ گو مسلمانوں کا ایک طبقہ انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ وہ بہت ذہین اور ہوشیار تھے۔ اور جب مرض الموت سے بیمار ہوئے۔ تو ایک دوست ان کی عیادت کے لئے گئے۔ اور پوچھا کیا حال ہے۔ وہ یہ سنکر رو پڑے۔ اور کہنے لگے اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں میں فوت ہو جاتا۔ تو مجھے یقین ہوتا۔ کہ میں بخشا جاؤں گا۔ کیونکہ اس وقت ہم ہر قسم کے عیبوں سے بچے ہوئے تھے۔ مگر آپ کی وفات کے بعد کئی واقعات ایسے پیش آئے ہیں۔ کہ اب اپنے اعمال کے متعلق مجھے شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ (حضرت عمرو بن العاص دراصل حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت علی رضؓ سے جنگ کرتے رہے تھے۔ اور شاید اسی کا ان کی طبیعت پر اثر تھا) پھر کہنے لگے۔ میرا عجیب حال ہے۔ ایک زمانہ مجھ پر ایسا گذرا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ قابل نفرت وجود مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ میں نے جونہی آپ کا دعوےٰ سنا۔ دل میں آپ سے بغض پیدا ہو گیا۔ اور اسی بغض کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل کبھی نہ دیکھی۔ بلکہ اتنی نفرت پیدا ہو گئی۔ اتنی نفرت پیدا ہو گئی۔ کہ میں کبھی یہ پسند نہ کرتا۔ کہ میں اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک جگہ جمع ہوں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجھے ہدایت دی۔ اور میں مسلمان ہو گیا۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مجھے اتنی محبت پیدا ہو گئی۔ اور آپ کی اسقدر عظمت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ کہ میں آپ کے جلال اور آپ کے رعب کی وجہ سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور آج یہ حالت ہے کہ اگر کوئی مجھ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حلیہ پوچھے۔ تو میں نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ بغض کے وقت مجھے آپ سے اتنا بغض تھا۔ کہ اس بغض کی شدت کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل کبھی نہ دیکھی۔ اور محبت کے وقت مجھے آپ سے اتنی محبت پیدا ہو گئی۔ اور آپ کی اسقدر عظمت میرے دل پر مستولی ہو گئی۔ کہ آپ کے رعب اور جلال کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل کبھی نہ دیکھی یہ کتنا عظیم الشان تغیر ہے۔ جو ان میں پیدا ہؤا۔ اگر اس قسم کے لوگ پہلے زمانہ میں ہو سکتے تھے۔ تو یقیناً آج بھی ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔

پس مومن کو کبھی بھی فطرتِ انسانیہ پر بدظنی نہیں کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ بدظنی اپنی ذات کے متعلق ہو۔ اور خواہ دوسرے لوگوں کے متعلق۔ جب تک ہماری جماعت کے دوست اس نقص کو دور نہ کر لیں اس وقت تک نہ ان کے گناہ دور ہو سکتے ہیں۔ اور نہ وہ تبلیغ میں پورے جوش سے حصہ لے سکتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان نہ اپنی ذات پر بدظنی کرے۔ اور نہ خدا تعالےٰ پر بدظنی کرے۔ دنیا میں مختلف کام مختلف میعاد کے اندر ہوتے ہیں۔ کوئی دس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی بیس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی تیس سال کے اندر ہوتے ہیں۔ کوئی چالیس سال کے اندر ہوتا ہے۔ کوئی پچاس سال کے اندر ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہوں سے بھی کوئی جلدی بچ جاتا ہے۔ کوئی دیر میں بچتا ہے۔ اور کوئی بہت ہی دیر میں بچتا ہے۔ اس کا کام صرف اتنا ہی ہے۔ کہ کوشش کرتا چلا جائے۔ اس سلسلہ میں اس کا اپنی کامیابی دیکھنا ضروری نہیں۔ ہاں باطنی کامیابی اسے فوراً حاصل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ دلوں کو دیکھتا ہے۔ ظاہر کو نہیں دیکھتا جب کوئی شخص اپنی اندرونی صفائی کے لئے کوشش شروع کر دیتا ہے۔ تو خدا تعالےٰ کے نزدیک وہ اسی وقت کامیاب سمجھا جانے لگتا ہے۔ گو دنیا کے نزدیک اسکی کامیابی میں ابھی کچھ دیر ہو۔ پس مومن کو بدظنی کے مرض سے بہت بچنا چاہیئے میں نے قریباً ہر قوم کے لوگوں سے مل کر دیکھا ہے۔ کہ ان میں نیک اور شریف النفس لوگ پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں سے مجھے جب بھی ملنے کا موقعہ ہؤا ہے۔ میں نے ان کی اکثریت کو شرافت اور نیکی کی خواہش اپنے دل میں رکھنے والی پایا ہے۔ اور ان میں سے اکثر کو سچائی کی جستجو ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ اگر ان کے سامنے سچائی پیش کی جائے۔ تو وہ اسکو قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکتے ہوں۔ کیونکہ دل میں سچائی کے حصول کی تڑپ ہونا اور بات ہے۔ اور سچائی کو کسی روک کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے قبول کر لینا اور بات ہے۔ لیکن بہر حال ملاقاتوں اور خطوط سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ہندوؤں میں کثرت ایسے لوگوں کی ہے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی ایک تڑپ ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جسے روحانیت کہتے ہیں۔ روحانیت خدا تعالےٰ کو خوش کرنے کی تڑپ کا نام ہے۔ جس کے اندر یہ تڑپ تھوڑی ہو۔ اس میں تھوڑی روحانیت ہوتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ اور جس میں یہ تڑپ زیادہ ہو۔ اس میں زیادہ روحانیت ہوتی ہے۔ اور عدم روحانیت اس بات کا نام ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کا خیال انسان کے دل میں نہ ہو۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکی رضا کے ماتحت کام نہیں کرتا۔ وہ چاہے جتنی بھی نیکی کرے۔ دنیادار کہلاتا ہے۔ مگر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی کام کرتا ہے۔ وہ چاہے کتنی ہی حقیر نیکی کرے۔ دیندار کہلائے گا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص اس لئے چندہ دیتا ہے۔ کہ اسے نام و نمود اور شہرت حاصل ہو۔ اس کا جتھا مضبوط ہو۔ تو وہ دنیادار کہلائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص صرف ایک پیسہ یا دو پیسے چندہ دیتا ہے۔ مگر اس لئے دیتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو۔ تو وہ روحانی آدمی کہلائے گا۔ یورپ میں آج کل لاکھوں نہیں کروڑوں روپے صدقہ و خیرات دینے والے موجود ہیں۔ مگر کوئی شخص انہیں روحانی آدمی نہیں کہتا۔ کیونکہ ان کی غرض محض یہ ہوتی ہے۔ کہ ہماری قوم مضبوط ہو جائے۔ ہمارا جتھا بڑا ہو جائے۔ اور ہمیں دنیا میں عزت اور شہرت حاصل ہو جائے۔ اسی لئے وہ باوجود بڑی بڑی رقوم چندہ دینے کے دنیادار کہلاتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے اگر کوئی چھوٹی سے چھوٹی رقم بھی چندہ میں دیتا ہے۔ تو وہ روحانی آدمی کہلاتا ہے۔

تو میرا تجربہ یہ ہے۔ کہ دنیا کے اکثر لوگوں میں روحانیت پائی جاتی ہے۔ سوائے آوارہ گردوں اور اوباشوں کے بلکہ ان میں سے بھی ایک طبقہ ایسا ہے۔ جس کے اندر خشیت اللہ ہوتی ہے۔ لیکن اس طبقہ کو مستثنیٰ کرتے ہوئے میرا تجربہ یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو حقیقی آوارگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان کے سوا دنیا کے ہر شخص میں کچھ نہ کچھ روحانیت ہوتی ہے۔ مگر آوارگی کی تعریف جو میں کرتا ہوں۔ وہ دوسرے لوگوں سے مختلف ہے۔ میں چور کو آوارہ نہیں کہتا۔ میں ایک بدکار کو بھی آوارہ نہیں کہتا۔ آوارہ میرے نزدیک وہ ہے۔ جو اپنے وقت کو رائیگاں کھوتا اور اسے ہنسی اور تمسخر میں ضائع کر دیتا ہے۔ ایسے لوگوں میں ہرگز روحانیت نہیں پائی جا سکتی۔ میں نے چوروں میں بھی روحانیت دیکھی ہے۔ میں نے بدکاروں میں بھی روحانیت دیکھی ہے۔ مگر میں نے ان لوگوں میں روحانیت نہیں دیکھی۔ جو بیکار بیٹھے رہتے اور ہا ہا ہو ہو کرتے اور لوگوں پر ہنسی اور تمسخر اڑاتے رہتے ہیں۔ بلکہ جرم کرنے والوں میں احساس گناہ اور احساس ندامت زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے بعض عبادت کرنے والوں میں کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں۔ دنیا میں ہر گنہگار میں احساس ندامت نہیں ہوتا۔ جیسے ہر عابد میں کبر نہیں ہوتا۔ یہ صرف بعض لوگوں کی قسمیں ہیں۔ بہر حال روحانیت ایک وسیع چیز ہے۔ اور میرے نزدیک ننانوے فیصدی لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ صرف ایک فی صدی وہ لوگ ہیں۔ جن پر دنیاداری کامل طور پر چھائی ہوتی ہے۔ اور روحانیت کے حصول کی کوئی خواہش ان کے دلوں میں نہیں ہوتی۔ مگر ایسے آدمی جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ بہت کم ہوتے ہیں۔ حتےٰ کہ دہریہ بھی ایسے نہیں ہوتے۔ دہریہ انسان ایک خاص عمر میں ہوتا ہے۔ مگر جوں جوں اسکی عمر بڑھتی جاتی ہے اسکی دہریت بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ جن دہریوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا نظر نہیں آیا۔ جو چند سال گزرنے کے بعد اپنی دہریت پر قائم رہا ہو۔ ایک نوجوان شخص جو ہندوستانی تھا۔ ولایت میں مجھے ملا۔ وہ اس وقت دہریت پر اتنا یقین اور وثوق رکھتا تھا کہ ہر وقت خدا تعالیٰ کے وجود پر ہنسی اور تمسخر اڑاتا رہتا تھا۔ اور اسکی دین سے بے بہرگی کی یہ کیفیت تھی۔ کہ وہ ایک دفعہ کہنے لگا۔ ہندوستانی اتنے بے وقوف ہوتے ہیں۔ اتنے بے وقوف ہوتے ہیں۔ کہ اب مجھے اپنے آپ کو ہندوستانی کہتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ اس پر ہندوستانیوں کی حماقت کی جو مثال اس نے مجھے سنائی۔ وہ میں آپ لوگوں کو بتاتا ہوں۔ اسی سے آپ سمجھ سکیں گے۔ کہ اسکی دینی حالت کیا تھی۔ وہ کہنے لگا۔ ہم چند ہندوستانی دوست جب پہلے پہل تعلیم کے لئے ولایت آئے۔ اور مارسیلز میں اترے۔ تو ایک دوست نے کہا۔ یہاں ایک میوزیم ہے۔ چلو دیکھ لیں۔ چنانچہ ہم سب میوزیم دیکھنے کے لئے چلے گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ہی ہم وہاں سے ہائے ہائے کرتے اور اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بھاگے۔ میں نے کہا۔ کیا ہوا۔ کہنے لگا۔ وہاں ننگی تصویریں تھیں۔ جنہیں ہم دیکھتے ہی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگے۔ مگر اب یہ حالت ہے۔ کہ ننگی عورتیں دیکھ کر بھی ہمارے دل میں کوئی احساس پیدا نہیں ہوتا۔ گویا اس نے بتایا۔ کہ جب ہم ہندوستان سے آئے تھے۔ تو اتنے جاہل تھے۔ اتنے جاہل تھے۔ کہ ننگی تصویریں بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ حالانکہ تہذیب کا کمال یہ ہے کہ انسان ننگی عورتوں کو دیکھے۔ تو اسکی آنکھ تک نہ جھپکے۔ یہ اس کے نزدیک تہذیب اور شرافت کا معیار تھا۔ مگر دس بارہ سال کے بعد وہ ایک دفعہ مجھے ہندوستان میں ملا اس وقت وہ ایک کالج کا پروفیسر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ بتاؤ۔ اب تمہاری کیا حالت ہے۔ وہ کہنے لگا۔ مذہبی آدمی تو نہیں ہوں۔ لیکن میری اب وہ پہلی حالت نہیں رہی۔ چنانچہ طالب علموں سے پوچھ لیجئے۔ جب خدا تعالیٰ کے متعلق یہ کوئی اعتراض کرتے ہیں۔ تو میں انہیں کہتا ہوں۔ کہ میں بھی ان راستوں سے گذر چکا ہوں۔ مگر میرا تجربہ یہی ہے۔ کہ مذہب کو تسلیم کئے بغیر اطمینان قلب حاصل نہیں ہوتا۔ اب دیکھو۔ اسکی یا تو وہ حالت تھی۔ اور یا یہ حالت ہو گئی۔ مگر اس کے اندر یہ تغیر کیوں ہوا؟ اسی لئے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ الاسلام کے مطابق ایک فطرتی نیکی اس کے اندر موجود تھی جو بعد میں ظاہر ہو گئی۔ گویا فطرت پر پہلے ایک پالش چڑھا ہوا تھا۔ مگر جب وہ پالش اتر گیا۔ تو فطرت اپنی اصل حالت میں رونما ہو گئی۔ تو گناہ اور بدی اور افتراء اور جھوٹ یہ ساری چیزیں ملمع ہیں۔ ورنہ اندرونی طور پر تمام انسان نیک ہوتے ہیں۔ جب تک ہم یہ نکتہ نہ سمجھ لیں۔ کامل طور پر ہم اصلاح عالم نہیں کر سکتے۔ یہ تو ممکن ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی کی بداعمالی کی وجہ سے اس کے متعلق یہ فیصلہ کر دے۔ کہ وہ جہنمی ہے۔ مگر ایسی سزا بھی عارضی ہوگی۔ مستقل نہیں ہوگی۔ اگر یہ سزا مستقل ہوتی۔ تو جہنم بھی مستقل ہوتا مگر خدا تعالیٰ نے جہنم کو مستقل نہیں رکھا۔ بلکہ جنت کو مستقل رکھا ہے۔ اور اس طرح ہمیں بتایا ہے۔ کہ نیکی مستقل چیز ہے۔ اور بدی عارضی چیز۔

جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ایسی اعلیٰ ملی ہے۔ تو یہ کتنے بڑے تعجب کی بات ہوگی۔ اگر وہی قوم جس کے سپرد اصلاح عالم کا کام ہو۔ تھک جائے۔ اور کہے۔ کہ لوگ اس کی بات نہیں مانتے۔ یا اس لئے ہمت ہار کر بیٹھ جائے۔ کہ وہ نیکی حاصل نہیں کر سکتی یا اگر اس نے خود نیکی حاصل کر لی ہے۔ تو وہ دوسروں کے متعلق یہ خیال کرے۔ کہ وہ نیک نہیں بن سکتے۔ وہ کیوں یہ خیال نہیں کرتی۔ کہ اور لوگ خدا تعالیٰ کے سوتیلے بیٹے نہیں۔ وہ بھی اسکی مخلوق ہیں۔ اور ان سے بھی خدا تعالیٰ محبت اور پیار رکھتا ہے۔ اگر وہ ان کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ تو یقیناً ایک وقت ایسا آ جائیگا۔ جبکہ وہ ہدایت پا جائیں گے۔

تو مومن کو اپنی فطرت کی نیکی پر پورا بھروسہ اور یقین رکھنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صوفیاء نے کہا۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ بعض لوگ اسے حدیث قرار دیتے ہیں۔ بعض اسے آثار میں سے قرار دیتے ہیں۔ لیکن جو بھی ہو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس میں ایک نکتہ معرفت بیان کیا گیا ہے۔ بعض لوگ اس سے وحدت وجود کا استدلال کرتے ہیں۔ مگر یہ بالکل غلط ہے۔ اس میں جو کچھ بتایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اگر انسان اپنی فطرت کو سمجھ لے۔ تو اسے خدا ضرور مل جاتا ہے۔ جب ایک انسان اس یقین پر قائم ہو جائے کہ میری فطرت خدا تعالیٰ نے نیک بنائی ہے۔ اور مجھے اس نے اس لئے بنایا ہے۔ کہ اس کا وصال مجھے حاصل ہو۔ تو فطرت کو خدا تعالیٰ نے ایسا طاقتور بنایا ہے۔ کہ اس یقین کے بعد وہ شیطان سے شکست نہیں کھا سکتا۔ اور جو شخص شیطان سے نہیں ہارتا۔ جنت اس کا ورثہ ہوتا اور جنت کا وہ ٹھیکیدار ہو جاتا ہے۔ پھر جب اسے اس بات پر یقین ہو جاتا ہے۔ کہ دوسرے لوگوں کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ تو وہ اس یقین کے بعد دوسروں کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ اور ہر رنگ میں انہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش اور سعی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے۔ کہ یہ لوگ بچ جائیں گے۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے کسی گھر کو آگ لگی ہوئی ہو۔ اور چاروں طرف سے اس کے شعلے نکل رہے ہوں۔ اور انسان یہ سمجھ لے۔ کہ اب اس گھر کے آدمیوں میں سے ہم کسی کو نہیں نکال سکتے۔ تو وہ واقعہ میں کسی آدمی کو نہیں نکال سکتا۔ لیکن جب کوئی شخص ایک عزم اور ارادہ کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میں کوشش تو کروں۔ ممکن ہے۔ بعض لوگوں کو میں نکال لاؤں۔ تو وہ آگ کے اندر داخل ہو کر بعض لوگوں کو واقعہ میں بچا لیتا ہے اسی طرح اگر کسی کو یقین ہو۔ کہ لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور پھر وہ اپنی کوشش جاری رکھتا ہے۔ تو اسکی تبلیغ بہت زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یقین سے خالی دل لے کر جاتا اور لوگوں کو سمجھاتا ہے۔ تو اسکی تبلیغ میں کیا اثر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بعض لوگ تو تبلیغ کے لئے جاتے ہیں۔ مگر ان کا دل یہ کہہ رہا ہوتا ہے۔ کہ لوگوں نے تو ماننا ہی نہیں۔ اس طرح جب وہ لوگوں پر بھی بدظنی کرتے ہیں۔ اور اپنے خدا پر بھی بدظنی کرتے ہیں۔ تو ان کی تبلیغ میں کوئی برکت نہیں رہتی۔ اور وہ خالی ہاتھ گھر واپس آجاتے ہیں۔ (الفضل)

احمدی مشن!

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام واقعات کی روشنی میں

ایک قابل توجہ نظریہ

(از رشحات قلم رئیس المناظرین حضرت مولانا مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل مبلغ بلاد اسلامیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

براعظم ایشیا مشرقی دنیا میں شمار ہوتا ہے۔ اہل مغرب یورپ اور امریکہ کے باشندے ایشیائی لوگوں کو حقارت آمیز نظر سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ مادہ پرستی کا زمانہ ہے۔ اور مغربی دنیا کو اپنی ایجادات، اختراعات علوم جدیدہ۔ دولت وسطوت اور رنگت پر غرور ہے اکثر ایشیائی ممالک میں دول یورپ کے استعمار۔ استبداد اور نفوذ نے اس غرور میں گونہ اضافہ کر رکھا ہے۔ غرض مشرق باوجود روئے زمین کے زندہ مذاہب کا گہوارہ ہونے کے مغرب کی نظر میں حقیر و ذلیل اور دور جہالت کا نمونہ ہے۔

پھر ایشیائی ممالک بھی اپنے حالات میں مختلف ہیں۔ کوئی تو آزاد حکومت رکھتے ہیں۔ اور کسی جگہ نیم آزاد حکومت قائم ہے۔ اور کوئی ملک پوری طرح غلامی کا نمونہ ہے۔ علاوہ ازیں بیشتر اقالیم اپنے اندر مذہبی یا تجارتی و اقتصادی امتیاز رکھتے ہیں۔ جاپان مشرق اقصٰی میں واقع ہے۔ مگر تجارتی پہلو سے یورپ کا مقابلہ کر رہا ہے۔ بلکہ بعض حالات میں تو گوئے سبقت لے گیا ہے۔ جزیرہ عرب یعنی حجاز فلسطین وغیرہ کو اسلام مسیحیت اور یہودیت ایسے عظیم الشان مذاہب کا مرکز ہونے کے لحاظ سے ایک خصوصی شان حاصل ہے۔ لیکن ہندوستان ہر لحاظ سے پس ماندہ ملک ہے۔ تجارت اسکی نہیں۔ صنعت و حرفت میں وہ پیچھے ہے۔ کسی عالمگیر مذہب کا وہ مرکز نہیں۔ ہندو دھرم اول تو بلحاظ نزول وید تبت کا اصلی مذہب ہے۔ دوم یہ کوئی عالمگیر مذہب نہیں۔ ہندوستان سے باہر اس کا کوئی نشان نہیں۔ طرز حکومت کے لحاظ سے ہندوستان اپنی نظیر آپ ہے۔ ایشیا کیا دنیا بھر میں کوئی ایسا ملک نہیں۔ جو بے بسی۔ ذلت اور ابتر حالت میں ہندوستان کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکے چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ مغربی قومیں تو کجا ایشیائی اقوام بھی ہندوستان کو کسی عزت کی نظر سے نہیں دیکھتیں۔ گویا جس طرح ایشیا بلحاظ ابتر [illegible] اعظم پسماندہ براعظم ہے۔ ہندوستان بحیثیت ایک ملک کے قعر مذلت میں گرا ہوا ملک ہے۔

ہندوستان کے متعدد صوبے ہیں۔ اور اس میں مختلف قومیں اور مذہب آباد ہیں۔ آج سے قریباً نصف صدی بیشتر کی حالت پر نگاہ ڈالیئے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ ہندوستانی صوبوں میں پنجاب کو کوئی اہمیت نہ تھی۔ علمی سیاسی اور تجارتی پہلو سے اسکی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اور قوموں میں سے مسلم قوم کو ذلیل و حقیر سمجھا جاتا۔ اور اس سے نفرت دلانے میں انتہائی کوشش کی جاتی تھی۔ حکومت برطانیہ ایک اجنبی سلطنت ہونے کے لحاظ سے مسلم عنصر کو کمزور کرنا چاہتی تھی۔ اور ہندو اپنے مذہب اور مسلم بادشاہوں کے مظالم کے فرضی افسانوں کی بنا پر انتقام لینے پر تلے ہوئے تھے۔ اور ہر رنگ میں مسلم قوم کو ذلیل کر رہے تھے۔ چھوت چھات کا عمل انہی ظالمانہ اور انسانیت سوز رسوم و عادات کی یادگار ہے۔ غرض سرزمین ہند میں پنجاب ایک بے وقار خطہ اور مسلمان ایک بے عزت وجود سمجھا جاتا تھا۔ مزید برآں اسی زمانہ میں آریہ سماج اور عیسائیت کے پروپیگنڈا کی تحریک نہایت زور سے شروع ہوگئی۔ ہر دو قومیں اپنی پوری قوت اور سارے ساز و سامان لے کر حصار اسلام پر حملہ آور ہو گئیں۔ اور اسلام۔ بانی اسلام علیہ السلام اور اکابر اسلام پر ناپاک حملوں کا ایک تانتا بندھ گیا۔ پنڈتوں اور پادریوں نے اسلام کو نہایت گندی شکل میں پیش کر کے مسلم قوم کو گرانا چاہا۔ رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات اور امہات المؤمنین ازواج النبیؐ پر کمینے اور دلآزار اعتراضات کر کے مسلم کی حمیت دینی کو چیلنج کیا۔ اور اسکے جگر میں مسموم تیر پیوست کرنے چاہے۔ اور مسلمانوں کی بے حسی۔ لاپرواہی اور مردگی کی وجہ سے یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا۔ حتٰی کہ [illegible] میں مسلم کی ہستی صفحۂ روزگار پر ناقابل برداشت بوجھ اور اس کا مستقبل تیرہ و تاریک نظر آنے لگے۔ اغیار خوش تھے۔ کہ سفینۂ اسلام کا کوئی ناخدا نہیں۔ مسلمان اپنی کشتی کو بھنور میں دیکھ کر سہمگین تھے۔ کئی تھے جو کہہ رہے تھے۔ کہ اسلام زیادہ سے زیادہ سو سال کا مہمان ہے۔ اور عنقریب ہندوستان کی زمین ہسپانیہ کا نظارہ دہرانے والی ہے۔ میں دور نکل گیا صرف یہ بتانا مدنظر ہے۔ کہ مسلمان۔ ہندوستانی مسلمان دین اور دنیا کے لحاظ سے اس سرزمین میں جو قریباً ہزار سال تک ان کی زیر نگیں رہ چکی تھی۔ ذلیل و خوار تھے۔ بے کس اور بے بس تھے۔ اور اس مصیبت کا زیادہ شکار پنجابی مسلمان تھے۔ جن کو دوسرے صوبوں کے مسلمان بھی کم رتبہ سمجھتے تھے۔ بلکہ بعض شوخ صوبوں میں تو پنجابیوں کو "پنجابی ڈھگا" (دبیل) کہہ کر تحقیر کی جاتی تھی۔ اور کہنے والوں کا مقصد یہ ہوتا تھا۔ کہ پنجابی علم و ہنر اور تہذیب و سلیقہ سے عاری ہوتے ہیں۔ اس خیال کا اتنا اثر تھا۔ کہ اکثر پنجابی بھی اپنے آپ کو ذلیل سمجھنے لگ گئے تھے۔ حتٰی کہ جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوٰی فرمایا۔ تو مذکورہ بالا خیال کے ماتحت بعض نادان پنجابیوں نے بھی آپ کو "پنجابی نبی" کہہ کر استہزا کیا۔ اور شاید بعض کمینہ طبع دشمن خود "پنجابی" ہوتے ہوئے "پنجابی" کے لفظ کو بے عزتی خیال کرتے ہیں۔ اور احمدیوں کو بزعم خود چڑانے کیلئے "پنجابی نبی" لکھا کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ ان دنوں اہل پنجاب کا نظریہ اپنے متعلق کفار قریش کے نظریہ کے مطابق تھا۔ جنہوں نے کہا تھا۔ کہ کیا ہم میں سے ایک انسان اور وہ بھی محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسا انسان نبی ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ ظاہر ہے۔ کہ اس وقت پنجاب کے مسلمانوں کو ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ خود بھی اپنے آپ کو ذلیل اور رحمت الٰہی سے محروم خیال کر رہے تھے۔

پھر پنجاب کی آبادی کے بھی دو حصے ہیں۔ شہری آبادی۔ دیہاتی آبادی۔ اول الذکر دیہاتی لوگوں کو ذلیل اور گنوار قرار دیتے ہیں۔ اور قرار دیتے تھے۔ اور گاؤں والوں میں بھی اصلی باشندوں اور غریب الوطن لوگوں میں ایک طرح کا تنافر ہوتا ہے۔ اور اصلی لوگ اجنبی لوگوں کو خواہ وہ کسی پایہ کے ہوں۔ گونہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اس مضمون کے متعدد پہلو ہیں۔ مگر اس جگہ صرف اسی ایک پہلو پر کچھ لکھنا ہے۔ مندرجہ بالا سطور کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایشیا پس ماندہ براعظم ہندوستان پس ماندہ اور ذلیل ملک۔ مسلمان کمزور اور حقیر قوم۔ اسلام گھٹتا اور جلد مٹ جانے والا مذہب۔ پنجابی غیر مہذب اور ناتعلیمیافتہ لوگ۔ دیہاتی جاہل اور گنوار سمجھے جاتے تھے۔ اور دنیا مادہ پرست تھی۔ ان حالات میں ایک ایشیائی۔ ایک ہندوستانی۔ ایک مسلمان ایک پنجابی۔ ایک دیہاتی اور ایک غیر ملکی فارسی الاصل باشندہ کا یہ دعوٰی کرنا کہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے۔ جنگوں کا خاتمہ کرنے کے لئے انسانوں میں مساوات قائم کرنے کے لئے۔ اسلام کو زندہ کرنے اور تمام مذاہب پر غالب کرنے کے لئے آیا ہوں۔ ایک بہت بڑا دعوٰی ہے۔ اور حالات ماسبق پر غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے۔ کہ اتنا بڑا دعوٰی اور ان حالات میں یا تو صادق نبی کر سکتا ہے۔ جس کو خدا تعالٰی کی طرف سے قوت ملتی ہے۔ اور وہ اس کا ہاتھ اپنی پشت پناہ دیکھتا ہے۔ اور یا پھر ایسا دعوٰی مجنون اور پاگل کر سکتا ہے۔ جسے عاقبت اور انجام۔ کامیابی و ناکامی عزت و ذلت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

پیارے بھائیو! قادیان کی گمنام بستی اور "مرزا غلام احمدؑ" کی کس مپرسانہ حالت پر غور کرو۔ اور سوچو کہ کونسی چیز تھی۔ جو آپ کو وحی و نبوت کے دعوٰی پر مجبور کرتی تھی؟ کیا کوئی جاہ و شہرت کا طلبگار اس خار دار راستہ پر چلنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ کیا کوئی دنیادار ایسی بات کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لازمی طور پر اسے مخلوق کی لعن و طعن اور سب و شتم کا نشانہ بننا پڑے۔ اور وہ بھی اسے خوب جانتا ہو؟ یاد رکھو۔ کہ دنیاوی لیڈر اور آسمانی مصلح میں یہی فرق ہوا کرتا ہے۔ کہ زمینی زعیم قوم کی آرزوؤں کا جائزہ لے کر اور نبض شناسی کے بعد وہ راہ اختیار کرتا ہے۔ جس پر چلنے کے لئے لوگ آگے ہی تیار بیٹھے تھے۔ چنانچہ وہ آواز بلند کرتا ہے۔ اور قوم اسکی ہمزبان ہو جاتی ہے۔ آؤ بھگت کرتی اور سر آنکھوں پر بٹھاتی ہیں۔ کیونکہ وہ قوم کو اس کے بہاؤ کے رخ پر لے جانا چاہتا ہے۔ مگر آسمانی مصلح دنیا کی ضلالت و گمراہی۔ فسق و فجور کے زمانہ میں اصلاح کے لئے مبعوث ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا قوم اور زمین کی خواہشات کے خلاف آنا ضروری ہے۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے۔ افکلما جاءکم رسول بما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون (بقرہ) یعنی جب کبھی تمہارے پاس رسول آیا۔ اور اسکی تعلیم تمہاری ہوا و ہوس کے خلاف ہوتی تھی۔ تم سرکشی کرتے رہے۔ ان کی تکذیب کی۔ اور درپئے قتل و آزار رہے۔"

چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ آج تک ایک بھی نبی اور رسول ایسا نہیں گزرا۔ کہ اس کے دعوٰی کرنے پر قوم نے "اھلاً و سھلاً و مرحباً" کہہ کر جھٹ قبول کر لیا ہو۔ نہیں بلکہ وہ تو ہر نبی سے ٹھٹھا اور تمسخر

کرتے رہے۔ فرمایا۔ یٰحَسْرَۃً علے العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون (لیٰس) پس اے بھائیو! خدارا سوچو۔ کہ حالات کے ناساز گار ہوتے ہوئے۔ دنیاوی امور کے مخالف ہوتے ہوئے حضرت مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اتنا بڑا دعویٰ کیونکر کر دیا؟ تم اس کو جنون اور دیوانگی کا نتیجہ قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اوّل تو وہ عین ضرورت کے وقت ظاہر ہوا۔ دوم آسمان وزمین نے اسکی سچائی کی شہادت دی۔ سوم اسکی عملی زندگی۔ اس کے اخلاق کریمانہ۔ اسکی روح پرور اور عالمانہ کتابیں۔ اس کا معدوم النظیر ثبات و استقلال ہاں پھر اسکی بے مثال مخالفت اور دشمنوں کی اس کے مقابل جان توڑ کوششیں اس نظریہ کو باطل کر رہی ہیں۔ چہارم۔ ایک مجنون بادشاہت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ مگر قبولیت۔ مقاصد میں کامیابی اور اسکی دعوت کا انتشار اسے نصیب نہیں ہو سکتا کیونکہ مجنون کی باتیں خدا کا کلام نہیں۔ بلکہ اس کے اپنے نظام عصبی کے بگڑ جانے کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا ثمر در نہیں ہو سکتیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روز افزوں قبولیت کے ہوتے ہوئے کسی دانشمند کے لئے ایسا دعویٰ کرنا سزاوار نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہی کہ آج جبکہ قادیان کے چھوٹے سے گاؤں سے نکلنے والی آواز دنیا کے گوشے گوشے میں گونج رہی ہے۔ اور جبکہ وہ باتیں جنہیں دشمن اس بستی اور وہاں کی زبان میں بھی سننے کے روادار نہ تھے۔ مشرق ومغرب میں۔ انگریزی۔ عربی۔ فرانسیسی۔ فارسی۔ پشتو۔ مالاباری۔ جاوی۔ سومطری۔ اردو اور دیگر زبانوں میں سنائی جا رہی ہیں۔ اور ڈاکٹر۔ حکیم۔ عالم۔ فلاسفر بیرسٹر۔ سائنسدان۔ جج۔ تاجر۔ زمیندار۔ صناع اور دیگر اہل فن ایمان لا رہے ہیں۔ کسی شخص کا حضرت مرزا صاحب کو مجنون قرار دینا اپنے جنون پر مہر تصدیق ثبت کرنا ہے۔ ممکن ہے ابتدائے احمدیت میں کوئی شخص حالات کو دیکھ کر اور ترقیات کے دعووں کو دیکھ کر ایسا خیال کرتا۔ تو قدرے معذور ہوتا۔ مگر اب تو ایسا قول چاند پر تھوکنا اور روز روشن میں آفتاب کا انکار کرنا ہے۔ قصہ مختصر یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا برگزیدہ مسیح مجنون نہ تھا۔ بلکہ وہ خدا کی قرنا اور اس کا صور تھا۔ جو مُردوں کو زندہ کرانے اور طالبان روحانیت کو چشمۂ شیریں پر جمع کرنے کے لئے پھونکا گیا تھا۔ ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

جن حالات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوےٰ فرمایا۔ وہ بجائے خود حضور کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ ونرید ان نمن علے الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین کہ مشیت ایزدی ہمیشہ سے کمزور اور ناکارہ سمجھے گئے لوگوں پر احسان کرتی اور ان کو دنیا کا امام اور وارث بنایا کرتی ہے۔ تاریخ بھی یہی شہادت دیتی ہے۔ کہ انبیاء اپنی ذات میں بے شک معزز اور شریف النفس تھے۔ مگر اہل دنیا اور ابنائے روزگار کی نگاہ میں ذلیل وحقیر تھے۔ اس حقیقت کے پیش نظر جب آپ غور کریں گے۔ تو قطع نظر اس کے کہ حضرت آدمؑ کا نزول بھی ارض ہند میں ہوا تھا۔ اس لئے دورہ خلق کی تکمیل کیلئے مسیح موعود کو بھی ہندوستان سے ہی ظاہر ہونا چاہیئے۔ آپ کو اقرار کرنا پڑے گا۔ کہ موجودہ زمانہ آیت بالا اور سنت قدیمہ کے مطابق اگر کسی مصلح نے آنا ہے۔ تو اس کا مقام ہندوستان اور پھر پنجاب اور پھر کسی گاؤں سے بڑھ کر کوئی دوسرا مقام موزون نہیں۔ انبیاء کے ذریعہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت نمائی کرتا ہے۔ اور قدرت الٰہی کا اظہار ہمیشہ کمزور اور ناتوانوں کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے بھی ہندوستان سے بڑھ کر مسیح موعود کی بعثت کے لئے کوئی موزون ملک نہیں ہے۔ مذاہب عالم بھی وہاں جمع ہیں۔ تا کہ سب پر اتمام حجت ہو سکے۔

ناظرین کرام! اس ضعف وکمزوری کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے لاحق حال تھی۔ اور ان حالات اور اس ماحول کو دیکھتے ہوئے جن میں آپ نے دعوےٰ فرمایا۔ اب اس کے دوسرے پہلو پر بھی غور فرماویں۔ اور وہ یہ کہ اس دعویٰ کا نتیجہ کیا ہوا؟ میرے اپنے ایمان اور مشاہدہ کی رو سے تو دنیا بدل گئی ہے۔ یوں سمجھو۔ کہ وہ تند سیلاب اور ہولناک طوفان جو اسلام کی تباہی وبربادی کے لئے امڈا آ رہا تھا۔ نہ صرف رک گیا۔ بلکہ آہستہ آہستہ کفر کی دیواروں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ اور ابھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور پیشگوئی پر نصف صدی بھی نہیں گذری۔ کہ اسلام کی ترقی کے اثرات اس قدر نمایاں طور پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ کہ انگلستان کا مشہور ترین عیسائی مصنف برنارڈ شو اعلان کرتا ہے۔ کہ اگر حالات کی یہی روز رفتار رہی۔ تو سو سال کے اندر اندر یورپ اور خصوصاً انگلینڈ اسلام کی صداقت کا قائل ہو جاویگا۔ (اخبار فلسطین۔ یافا۔ ۱۱ر ستمبر ۳۲ء) عیسائی طاقتیں برسرِ پیکار ہیں۔ دجالی قوت روز بروز نمک کی طرح پگھل رہی ہے۔ صلیبی بت ریزہ ریزہ ہو رہا ہے۔ آریہ سماج جان توڑ رہی ہے دنیا از سر نو اسلام کی طرف آ رہی ہے۔ میں نے ابھی ابھی اخبار میں پڑھا ہے۔ کہ فلسطین کے یہودی مدرسوں میں قرآن مجید کی بعض سورتوں کا عبرانی ترجمہ بطور نصاب تعلیم مقرر کر دیا گیا ہے۔ مذہبی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ یہودی لوگ اس طرح قرآن مجید کی طرف توجہ کرنے لگے ہیں۔ یہ سب کچھ جو ظاہر ومخفی طور پر ہو رہا ہے۔ محض الٰہی تصرفات اور ملائکہ کی تحریکات اور اس مقدس میرزا کی نیم شبی آہوں اور دعاؤں کے اثرات ہیں۔ جسے اندھی دنیا نے کاذب اور مفتری قرار دیا۔ اور کہلانیوالے علماء نے اسے کافر بتایا۔ آہ! تاریکی کے فرزند ہمیشہ ہی نور کے پرستاروں کو دکھ دیتے رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ پر مخالفت کا جو طوفان اٹھا۔ اور تکفیر کی جو آندھیاں چلیں۔ مجھے ان کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں وہ تاریخ حاضر کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ ابھی تک اس کے آثار موجود ہیں۔ آخر اس معرکہ کا انجام یہ ہوا۔ کہ آپ کے دشمن ناکام رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو ایک پاکیزہ اور تقویٰ شعار جماعت دی۔ اس جماعت کے افراد بے شک عام مسلمانوں اور دیگر قوموں سے آئے ہیں۔ اور دنیوی نقطۂ نگاہ سے عام طور پر ان کو ادنےٰ سمجھا جاتا ہے۔ مگر اس تاثیر مسیحائی کا یہ اثر ہے۔ کہ ان میں وہ دیرینہ مردنی نہیں۔ مایوسی نہیں۔ اضطراب و ہچکچاہٹ نہیں۔ قربانیوں سے دل چرانے کی عادت نہیں۔ بلکہ ایک زندگی ہے۔ جو رگ وپے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ ایک یقین ہے۔ جو دل کے ہر گوشہ پر حاوی ہے۔ اطمینان واستقلال ہے۔ جس کے سامنے دشمن بھی شرمندہ ہے۔ قربانی ان کا شعار ہے۔ اور فدائیت ان کا طغرائے امتیاز۔ یہ ننھی سی جماعت جسے ڈاکٹر زویمر مسیحی پادری نے بجا طور پر ڈائنامیٹ قرار دیا ہے۔ امیدوں سے بھرے ہوئے دل اور کامیابیوں کے یقین سے لبریز قلب کو لے کر اٹھی اور ایک تھوڑے سے عرصہ میں پرانے مذہبی اجارہ داروں کو حیران وششدر کر دیا ہے اس کے کاموں میں برکت اور اس کے کلام میں تاثیر ہے۔ اس کے دلائل میں قوت اور اس کے بیان میں مقناطیسی طاقت ہے۔ لوگ معجزہ پوچھتے ہیں۔ دوسرے معجزات سے قطع نظر کرکے کیا یہ واقعہ کچھ کم معجزہ ہے؟ کہ ہندوستانی ہاں پنجابی یورپ۔ امریکہ اور بلاد عربیہ میں اسلام کی اشاعت اور کسر صلیب کر رہے ہیں۔ آج مٹی کی چڑیا بنانے کا زمانہ نہیں۔ بلکہ ہوائی جہازوں کا زمانہ ہے۔ مادی معجزات کا نہیں بلکہ روحانی معجزات کا زمانہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو زندگی مسلمانوں میں پھونکی ہے۔ اور قربانیوں کے لئے جو نشاط وسرور آپ کی جماعت میں پایا جاتا ہے۔ یہ ایک زبردست دلیل ہے۔ کہ آپ خدا تعالےٰ کے صادق رسول تھے۔ اور قوت قدسیہ لے کر آئے تھے۔ اور آئندہ قوموں کا احیاء اور اسلام کی اشاعت اسی مرکز سے وابستہ ہے۔ جو اسلامی پہلوان۔ محمدی سپہ سالار اور جری اللہ فی حلل الانبیاء کا مولد ومدفن ہے۔ اور وہ پیاری بستی قادیان دار الامان ہے۔ مبارک وہ جو غور کریں۔ اور حق کا جوا اپنی گردنوں پر قبول کریں۔ کیونکہ وہی ابدی جنت اور خدائے برتر کی رضا کے وارث ہونگے۔ اللھم اجعلنا منھم وانت خیر الوارثین۔ آمین۔

خاکسار ناچیز ابو العطاء اللہ دتا جالندھری۔

ختم نبوّت کی حقیقت

قدیم سے اللہ تعالےٰ کی یہ سنت چلی آتی ہے کہ جب بنی نوع انسان کفر وضلالت کے راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ تو وہ ہادیٔ حقیقی ان کی راہنمائی کے لئے انبیاء اور مرسلین کو مبعوث فرماتا ہے۔ نور ہدایت کی آمد پر تاریکی اپنی پوری قوت سے اس کے مقابل صف آرا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ کفر و ایمان کی اس جنگ کو حق تعالےٰ حضرت یوسف علیہ السلام کی بعثت یاد دلا کر اس طرح بیان فرماتا ہے۔ ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبیّنٰت فما زلتم فی شکٍّ مما جاءکم بہٖ حتّٰی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہٖ رسولًا کذٰلک یضل اللہ من ھو مسرف مرتاب۔ الذین یجادلون فی اٰیات اللہ بغیر سلطان اتٰھم۔ (مومن ع۴) ترجمہ۔ اور البتہ آیا ہے تمہارے پاس یوسف پہلے اس سے نشانوں کے ساتھ تو ہمیشہ رہے تم شک میں اس سے کہ آیا تمہارے پاس اس کے ساتھ یہاں تک کہ جب وہ ہلاک ہو گیا۔ تو کہا تم نے ہرگز نہ بھیجے گا اللہ بعد اس کے کوئی رسول اسی طرح گمراہ ٹھہراتا ہے اللہ اس کو جو ہے خطاکار شکی وہ جو جھگڑتے ہیں آیات الٰہی کے بارے میں بغیر دلیل کے کہ آئی ہو ان کے پاس (مومن رکوع ۴) اس جگہ اللہ تعالےٰ ایک قاعدہ کلیہ کو حضرت یوسفؑ کی بعثت کی مثال پیش کر کے بیان فرماتا ہے۔ کہ جب تک ایک نبی دنیا میں رہتا ہے۔ تو لوگ شک کو کام میں لاتے ہیں۔ وہ ہدایت کے راستہ میں دنیاوی آرام کی قربانیاں کرنے سے گھبراتے ہیں۔ صداقت کے قبول کرنے کے نتیجہ میں شکوک کی مدد سے وہ ہدایت سے دور رہتے ہیں۔ اور جب وہ مامور من اللہ وفات پا جاتا ہے۔ تو بعض لوگ جو اس پر ایمان لے بھی آتے ہیں۔ کہہ اٹھتے ہیں۔ کہ بس اب اس کے بعد اللہ تعالےٰ کسی رسول کو مبعوث نہیں کریگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ان کا یہ کہنا بھی گمراہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اور وجہ ان کے ایسا کہنے کی یہ ہے۔ کہ ان کے اندر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تاب نہیں رہتی۔ پھر وہ شک کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اور آیات الٰہی سے اپنے اس غلط عقیدہ کی حمایت میں استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ یہود نامسعود نے بھی پہلے لوگوں کی طرح گمراہی اختیار کی۔ اجماع الیھود علٰی ان لا نبی بعد موسیٰ (مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۷۰ مصری)

کہ یہود کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ حضرت موسیٰ ؑ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ ؑ کی آمد پر وہ کہنے لگے۔ کہ کسی نبی نے پیدا تو نہ ہونا تھا۔ البتہ ایلیا نے ضرور آسمان سے واپس آنا تھا۔ اور اس ناصری کے متعلق تو کوئی پیشگوئی نہیں حضرت مسیح ناصری ؑ نے انہیں کہا بھی کہ بھائی دراصل میرے ہی متعلق پیشگوئی تھی (متی ۱۱/۱۴) مگر انہوں نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ اور پھر اگر مانا بھی تو اب تک ان کے دوبارہ آسمان سے آنے کی انتظار میں ابوالنبیین سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار کر بیٹھے۔ اس آیت میں یفعل اور یجادلون کا مضارع ہونا اس بات پر شاہد ہے۔ کہ آئندہ بھی یہ طرز عمل جاری رہے گا۔ اور یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ایسے طرز عمل کے موجود رہنے کی خبر مستلزم ہے آمد انبیاء کے ساتھ جو نزول قرآن مجید کے بعد آنے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہمارے گمراہ بھائیوں کے ساتھ جو مسلمان کہلاتے ہیں معاملہ ہوا۔ ان کی غیرت ملاحظہ ہو۔ کہ یہ اپنے رسول صلعم کو تو وفات شدہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور عیسائیوں سے حیات مسیح کا عقیدہ لے کر امت محمدیہ سے باہر کے ایک شخص کی اصلاح کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔ اور جب ان کے پاس مسیح موعود اور مہدیٔ معہود نے حضرت اقدس مرزا غلام احمدؐ قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود باجود میں آکر یہ اعلان کیا۔ کہ خدا تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے۔ کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ حاشیہ) تو امت مرحومہ کے نام نہاد ٹھیکہ داروں نے اپنی محرومی کا اعلان کر کے اسلام کی لاج رکھ لینے والے کی تکذیب کر دی۔ خدا تعالےٰ نے جو مہر تصدیقِ نبوت ہمارے آقا اور مطاع رسولِ اکرم صلعم کو دی تھی۔ اس سے انکار کر بیٹھے۔ اور اس طرح ان کے عالی مرتبہ کی ہتک کے مرتکب ہوئے۔

قرآن مجید میں صریح طور پر آتا ہے۔ کہ اللہ یصطفی من الملٰئکۃ رسلاً و من الناس۔ (حج ۲۶) اللہ تعالےٰ چنتا ہے اور چنیگا فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے رسول۔ یصطفی مضارع کا صیغہ ہے۔ جو حال اور مستقبل دونوں پر اطلاق پاتا ہے۔ ہاں انسان کا ارتقاء ذہنی نزول قرآن مجید کے وقت چونکہ اس قابل تھا۔ کہ اسکو ایک اکمل ترین شریعت دے دی جاتی۔ اسلئے خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں فرما دیا۔ کہ الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ ۱۶) یعنی آج کے دن ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا۔ مگر ساتھ ہی فرما دیا کہ اتممت علیکم نعمتی یعنی یہ نہ سمجھنا کہ اب دین کی تکمیل سے کوئی نعمت منقطع ہو جاویگی۔ بلکہ نبی۔ صدیق۔ شہید اور صلحاء آگے سے بھی زیادہ شان والے ہونگے۔ اور دین کی تکمیل کا اقتضاء بھی یہی ہے۔ کہ اس کے پیرؤں کا خدا تعالےٰ سے کامل تعلق پیدا ہو سکے جو نبوت ہے۔ اگرچہ ان انبیاء کے لئے یہ ضروری ہوگا۔ کہ وہ امت محمدؐیہ میں سے ہوں۔ اور نبی اکرم صلعم کی غلامی کو اختیار کر چکے ہوں۔ کیونکہ ہم نے تم پر اتمام نعمت کر دیا ہے۔ اور یہ اتمام نعمت تمہارے خیر امت ہونے کے مناسب حال ہوگا۔ کیونکہ دیکھو حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف ؑ کا خواب سنکر ان کو کہا تھا۔ "یتم نعمتہٗ علیک وعلیٰ ال یعقوب کما اتمہا علےٰ ابویک من قبل ابراھیم و اسحٰق۔ (یوسف ۱۶) یعنی اتمام نعمت کریگا وہ تجھ پر اور آل یعقوب (بنی اسرائیل) پر جیسا کہ اس نے اس کا اتمام کیا تیرے آباد ابراہیم ؑ اور اسحاق ؑ پر پہلے۔ پھر اس نعمت کی وضاحت حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو اس طرح خطاب کر کے کرتے ہیں۔ کہ "یقوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (مائدہ ۴) کہ اے میری قوم یاد کرو اپنے پر اللہ تعالےٰ کی نعمت جب تم میں اس نے انبیاء بنائے۔ اور اور بنایا تم کو بادشاہ۔ امت محمدیہ میں ان انعامات کے لابدی طور پر ہونے کے لئے ہمیں ہر روز صراط الذین انعمت علیہم پر چلنے کے لئے دعا مانگنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا۔ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی (بقرہ ۲۳۶) کہ میں پکارنے والے کو ضرور جواب دوں گا۔ مجھ سے استجابت کرو۔ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ پس ممکن نہیں۔ کہ خیر امت میں نبوت کی نعمت پانے والا کوئی نہ ہو۔

یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ نبی کے لئے شریعت لانا ضروری ہے۔ خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے۔ کہ انا انزلنا التورٰۃ فیہا ھدًی و نور یحکم بہا النبیون (المائدہ ۴۷) کہ ہم نے نازل کیا تورات کو اسمیں نور اور ہدایت تھی۔ اور نبی اس کے ساتھ فیصلہ کیا کرتے تھے۔ دیکھو ایسے نبی بھی تھے۔ جو صرف تورات کی تعلیم پر عمل کرانے آتے تھے۔ پس وہ صاحب شریعت نہ تھے۔ اسی لئے صاحب روح المعانی نے بھی لکھا ہے۔ "ان الرسول لا یجب ان یکون صاحب شریعۃ جدیدۃ (مستقلۃ) فان اولاد ابراھیم کانوا علےٰ شریعتہ" (تفسیر روح المعانی جلد ۵ ص۱۸۶) کہ رسول کے لئے نئی شریعت لانی ضروری نہیں۔ اولاد حضرت ابراہیم میں جو نبی ہوئے ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم کی شریعت پر تھے۔ حضرت مسیح موعود ؑ نے فرمایا ہے۔ "ہمارے الہامات میں جو نبی آیا ہے۔ تو یہ شرطیں ساتھ رکھتا ہے۔ اول یہ کہ نئی شریعت نہیں لایا۔ دوسرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے"۔ (الحکم ۷ رفروری ۱۹۰۳ء)

پس یہ ثابت شدہ امر ہے۔ کہ امت محمدیہ میں غیر تشریعی نبوت جاری ہے۔ اور اس سے سیدِ کونین نبی اکرم صلعم کی اطاعت کی عظمت ظاہر ہے۔ کہ ان کی اطاعت میں نبوت حاصل ہو جاتی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ آپ خاتم النبیین یعنی نبیوں کی تصدیق کے لئے صاحب خاتم ہیں۔ آپ کا اسی مہر تصدیق کا مختار ہونا آپ کی افضلیت پر دال ہے۔ ہاں آپ اس لحاظ سے افضل الانبیاء ہیں۔ کیونکہ گذشتہ انبیاء کو کسی دوسرے نبی کی محض اطاعت کی وجہ سے نہیں بلکہ براہِ راست نبوت ملتی تھی۔ خاتم النبیین کے اور کچھ معنے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس قسم کے اور محاورات ہم دیکھتے ہیں۔ جن کے صرف یہی معنے ہوتے ہیں۔ کہ ہر گروہ کا خاتم اس کا افضل ہوتا ہے۔ مثلاً خاتم الشعراء خاتم المحدثین وغیرہ کوئی ایک مستقل محاورہ اس کے خلاف پیش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خاتم جمع کی طرف مضاف ہو کر مقام مدح میں اور کوئی معنے دیتا ہی نہیں۔ ملاحظہ ہو ایک شاعر ابو تمام کے مرنے پر کہتا ہے۔ ؎

فجع القریض بخاتم الشعراء

(وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۱ ص۱۲۳ مصری) حالانکہ خود شعر کہہ رہا ہے۔

چند احادیث کو انقطاع نبوت کے حق میں پیش کیا جاتا ہے۔ مگر ان تمام سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ شرعی نبی اور امت محمدؐیہ سے باہر کوئی نبی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اول الذکر کی اب ضرورت نہیں اور مؤخر الذکر باعث ہتک خیر امت ہے۔ کوئی نبی سردار دو عالم صلعم سے افضل نہ ہوا ہے۔ اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آپ سید وُلدِ آدم ہیں۔ کہتے ہیں حدیث میں لا نبی بعدی آیا ہے۔ مگر اسی قسم کی ایک اور مرفوعہ حدیث ہے۔ اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ (بخاری جلد ۱ ص۹۱ مصری) اس کی تشریح فتح الباری جلد ۶ شرح بخاری شریف میں یوں ہے۔ کہ قال الخطابی معناہ لا قیصر بعدہٗ یملک مثل ما یملک ھو خطابی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے۔ کہ ایسی شان والا قیصر پھر نہ ہوگا۔ کہ جیسی شان کا قیصر نبی کریم صلعم کے زمانہ کا تھا۔ ورنہ قیصر کا بیٹا اور پوتا الخ قیصر کہلاتے رہے ہیں۔ نیز حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہٗ۔ یعنی یہ تو کہو۔ کہ رسول اکرمؐ خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر یہ نہ کہو۔ کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (درمنثور جلد ۵ ص —) تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

حضرت امام طاہر سندھی اس قول کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ " وھذا ایضا لا ینافی فی حدیث لا نبی بعدی لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہٗ۔ یعنی حضرت عائشہ رضؓ کا یہ قول حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے۔ کہ کوئی نبی جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ نہ ہوگا۔

سلطان الصوفیاء حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں: فان النبوۃ ساریۃ الی یوم القیمۃ فی الخلق وان کان التشریع قد انقطع فالتشریع جزو من اجزاء النبوۃ۔ کہ نبوت قیامت تک خلق خدا میں جاری ہے۔ لیکن تشریعی نبوت بند ہے۔ تشریعی نبوت۔ نبوت کا ایک جزو ہے (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص۱۵۵) آخر میں کئی بزرگان سلف مثل حضرت سید عبد القادر جیلانی رحؒ حضرت ملا علی قاری رحؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحؒ وغیرہم کے اقوال طوالت کے خوف سے چھوڑے جاتے ہیں۔ اور مولانا محمدؐ قاسم نانوتوی بانی دیوبند کے اس قول کے ساتھ مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔ کہ " بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو۔ تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا"۔ (تحذیر الناس ص۲۸)

واٰخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خاکسار محمدؐ عبد اللہ عفی عنہ

قوت مردانہ اور مایوس مریضوں کی سچی رفیق

خطہ بنگال کی مشہور و معروف دوا یادگار بنگال

ستائیس بوٹیوں کا جوہر

امرت بوٹی رجسٹرڈ

یادگار بنگال

امرت بوٹی ان نوجوانوں کے لئے آب حیات سے کم نہیں جنہوں نے عالم شباب میں خود اپنے ہاتھ سے یا کثرت جماع سے موتیوں کے برابر تولنے والی مردانہ طاقت کو زائل اور برباد کر ڈالا ہو۔ یا ان عمر رسیدہ لوگوں کیلئے اکسیر نایاب ہے۔ جن کی امنگیں بدستور قائم ہوں۔ مگر جسم اور اعضائے مخصوص کے پٹھوں سے اصلی طاقت خارج ہو چکی ہو۔ امرت بوٹی کا سب سے اول اثر معدہ اور جگر پر ہوتا ہے۔ اسکے استعمال سے جریان۔ کثرت احتلام سستی کمزوری دور ہو کر پانی کی طرح پتلی اور بہتی ہوئی قوت مردانہ شہد کی طرح گاڑھی ہو جاتی ہے۔ جوش جوانی کا لطف اٹھانیوالے امرت بوٹی استعمال کریں۔ ۱۰۰ گولی کی شیشی ۱۲ ؍ ۵۰ گولی ۸ ؍ ۲۵ گولی ۴ ؍ مریض کے حالات پہنچنے پر امرت طلاء جو بالکل بے ضرر ہے شیشی کلاں ایک روپیہ نصف شیشی ۸ ؍ روانہ کیا جاتا ہے۔

منیجر احمدیہ یونانی فارمیسی جالندھر کینٹ (پنجاب)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فاروق کا نیا دور اور جدید پروگرام

سیدنا امیر المؤمنین امام المتقین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۷ر دسمبر ۱۹۳۷ء کو سالانہ جلسہ پر اخبارات سلسلہ کے متعلق بالعموم اور **اخبار فاروق** کے لئے بالخصوص قوم کو توجہ دلائی ہے۔ وہ مفصل تو حضور کی تقریریں جب شائع ہونگی۔ اس میں درج ہوگی۔ آج میں مختصر طور پر حضور کے ارشاد مبارک کو احباب کی یاد دہانی اور حضور کے ارشاد پر عمل کرنے کے لئے عرض کرتا ہوں۔

حضور ایدہ اللہ نے نہایت زبردست اور مؤثر الفاظ میں ۲۷ر دسمبر کو سب سے پہلے جو تحریک کی تھی۔ وہ قومی اخبارات کے لئے عام تحریک تھی۔ مگر فاروق کے لئے خاص طور پر احباب کو متوجہ کیا تھا۔ کہ اسکی خریداری کم از کم ایکہزار ہونی چاہیئے۔ اور فرمایا۔ کہ دوست جلسہ سے واپس جانے سے قبل توسیع اشاعت اخبارات کا انتظام کرکے جائیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ (۱) جس قوم میں سلسلہ کے اخبار پہنچتے رہیں وہ قوم زندہ رہتی ہے (۲) اخبارات قومی زندگی میں دور رہنے والے افراد کو ملا دیتے ہیں (۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اخبارات سلسلہ کی طرف جماعت کی بہت توجہ ہوتی تھی۔ باوجودیکہ اس وقت جماعت کی تعداد بہت کم تھی۔ چند ہزار کی جماعت تھی۔ مگر اخبارات کے متعلق جماعت میں بڑی ہمدردی پائی جاتی تھی (۴) اب جوں جوں جماعت بڑھ رہی ہے۔ اخباروں کی طرف توجہ کم ہوتی چلی جاتی ہے (۵) اکثر پڑھ ناخواندہ ہونے کی وجہ سے اخبار نہیں منگاتے۔ جو خواندہ ہیں وہ کہتے ہیں۔ ہم میں الفضل کے خریدنے کی توفیق نہیں۔ ایک طبقہ ہے۔ جو اپنے آپ کو افلاطون سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اخباروں میں مضامین کچھ نہیں ہوتے۔ اس طرح سلسلہ کے اخباروں کی اشاعت دن بدن گھٹتی جاتی ہے۔ جو نہایت افسوسناک امر ہے (۶) اس وقت ہماری جماعت تین چار لاکھ سے کم نہیں۔ اگر اس تعداد میں حقیقی زندگی ہوتی۔ تو کم از کم بیس ہزار اخبار شائع ہو سکتے ہیں۔ مگر ہماری تمدنی زندگی ایسی مضبوط نہیں رہی۔ جیسی کہ حضرت مسیح موعود کے وقت میں تھی (۷) الفضل کی باوجود روزانہ ہونے کے جماعت کی موجودہ حالت سے پانچہزار اور سلسلہ کے دیگر اخبارات کی کم از کم ایک ہزار اشاعت ہو سکتی ہے (۸) بعض طاقت رکھتے ہوئے اخبار نہیں خریدتے۔ اور دوسروں سے اخبار لے کر پڑھتے ہیں۔ ایسے لوگ مفت خورے ہوتے ہیں۔ یہ نہایت غلط اور ناپسندیدہ طریق ہے۔ کہ ایک اخبار کسی نے منگا لیا۔ اسی سے لے کر دوسروں نے پڑھ لیا۔ جس سے اشاعت اخبارات کم ہو جاتی ہے (۹) جماعت میں ایسے لوگ کافی ہیں۔ جو سلسلہ کے اخبارات پر تیس روپیہ سالانہ خرچ کرسکتے اور سب اخبار منگا سکتے ہیں۔

(۱۰) میں نے فاروق کے متعلق ایک تجویز کی ہے۔ اور ایڈیٹر صاحب فاروق کو کہا ہے۔ کہ وہ فاروق میں یہ تبدیلی کریں۔

(الف) روزانہ الفضل کے ہفتہ بھر کے ضروری مضامین اس میں درج کریں۔

(ب) فاروق میں خطبہ جمعہ (فرمودہ حضرت صاحب) بھی شائع کیا کریں۔

(ج) اور بھی بعض ہدایات دی ہیں۔ اس طرح پر فاروق چلائیں۔ تو وہ مفید ہو سکتا ہے (۱۱) بغیر پیشگی قیمت لئے اخبار جاری نہ کریں (۱۲) جن اخبارات کے بقائے خریداروں کے ذمہ ہوں گے۔ ہم آئندہ ان سے کوئی ہمدردی نہیں رکھیں گے۔ اس اصول کی زیادہ پابندی کریں۔ کہ قیمت وصول ہونے پر اخبار جاری کریں (۱۳) میں امید کرتا ہوں کہ جماعتوں کے سکرٹری اپنی ذمہ واری سمجھیں اور ایسی کوشش کریں۔ کہ فاروق کے خریدار بنا دیں (۱۴) میں امید رکھتا ہوں۔ کہ اس جلسہ سے جانے سے پہلے پہلے دوست ایسا قدم اٹھائیں گے۔ کہ وہ کوئی بہتر صورت اخبارات کے متعلق سوچیں گے۔ کہ ان کے سلسلہ کے اخبارات کی کیا کیا حالت ہو رہی ہے"۔

میں یہ نہایت اختصار کے ساتھ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کی تحریک متعلق فاروق و دیگر اخبارات پیش کرکے

احباب سے امید کرتا ہوں

کہ وہ اپنے پیارے امام اولوالعزم حضرت فضل عمر کی اس تحریک کو بہت جلد عملی جامہ پہنا کر فاروق کی اشاعت نہایت قلیل عرصہ میں ایک ہزار کر دینگے۔ فاروق کا نیا دور حضور ایدہ اللہ کے تجویز کردہ پروگرام کے مطابق جنوری ۱۹۳۸ء سے شائع ہوتا ہے

(۱) فاروق کا سائز الفضل کے برابر کر دیا ہے۔ جو ہر ہفتہ ۱۲ صفحہ کا اسی تقطیع پر شائع ہؤا کرے گا۔

(۲) فاروق میں روزانہ الفضل کے ہفتہ بھر کے تمام ضروری مضامین جن کا ہر ایک احمدی تک پہنچنا ضروری ہے۔ نکلتے رہیں گے

(۳) فاروق میں سلسلہ کی تبلیغی رپورٹیں جو ممالک غیر کے مشنوں کے متعلق ہونگی۔ نقل ہؤا کریں گی۔

(۴) فاروق میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ اور دیگر اہم تقریریں بھی درج ہؤا کرینگی۔

(۵) فاروق میں دنیا کی چیدہ چیدہ خبریں اور دیگر تبلیغی مضامین و جواب مخالفین بھی حسب گنجائش نقل ہوتی رہیں گی۔

(۶) چونکہ فاروق کا کاغذ الفضل والا اور اسی سائز کا لگایا گیا ہے۔ جس سے لکھائی چھپائی وغیرہ کاغذ کا خرچ بڑھ گیا ہے۔ اس لئے اس کا سالانہ چندہ صرف پانچروپیہ عام خریداروں سے لیا جائیگا۔ اور ششماہی چندہ ۲/۸ ہوگا۔ جو پیشگی وصول ہونا ضروری ہے۔

(۷) فاروق ہر انگریزی ماہ میں چار مرتبہ شائع ہوگا۔ یعنی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخوں پر قادیان کے ڈاکخانہ میں پوسٹ کر دیا جائے گا۔

(۸) نامہ نگاروں کو بشرطیکہ وہ ہر ہفتہ کم سے کم دو صفحہ کا مضمون ارسال کرتے رہیں فاروق اخبار مفت دیا جائیگا۔

(۹) یہ پرچہ بطور نمونہ جدید پروگرام تجویز کردہ حضرت امیر المؤمنین کے مطابق چھاپا گیا ہے۔ اس میں جو کوتاہی ہوئی ہو۔ وہ آئندہ ہر اشاعت پر رفع کرکے بہتر سے بہتر صورت میں نکلا کرے گا۔

(۱۰) ہر ایک بیرونی احمدیہ انجمن اپنے مقامی چندہ سے اگر ایک ایک کاپی فاروق کی خریدیں تو تین چار سو کی اشاعت بڑھ سکتی ہے۔ امید ہے۔ کہ ہر ایک احمدیہ انجمن اسکی خریداری منظور فرما کر حضرت صاحب کے ارشاد کی تعمیل کا ثواب اور سلسلہ کے اخبار کی امداد کا اجر قومی زندگی کا ثبوت دیکر حاصل کریگی۔

(۱۱) یہ پرچہ بعض ایسے دوستوں کے نام اور تمام سابقہ خریداروں کے نام بطور نمونہ ارسال کیا جاتا ہے۔ اس امید پر کہ وہ فاروق کی خریداری منظور فرما کر شکریہ کا موقعہ بخشیں گے۔

(۱۲) جن دوستوں کو نمونہ کا پرچہ ملے۔ وہ براہ کرم منظوری خریداری سے اطلاع دے دیں۔ یا دوسرا پرچہ جو ان کے نام بھیجا جائیگا۔ اس پر انکاری لکھ کر واپس کر دیں۔ اس سے سمجھ لیا جائے گا۔ کہ ان کو خریداری منظور نہیں ہے۔ اور ان کے نام دوبارہ پرچہ ارسال نہ ہوگا۔

(۱۴) جو دوست خریداری سے نامنظوری کی اطلاع نہ دیں گے۔ یا بصورت نامنظوری دوسرا پرچہ فاروق کا انکاری لکھ کر واپس نہ کریں گے۔ خریدار تصور کرکے تیسرا پرچہ ان کے نام سالانہ چندہ کا وی پی کیا جائے گا۔

آخر میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھے حسب تجویز حضرت امیر المؤمنین فاروق کو چلانے کی توفیق اور اسکی کامیابی کے ذرائع اپنے فضل و رحم سے عطا کرے۔ اور قومی زندگی کا احساس احباب کے دلوں میں پیدا کرکے اپنے پیارے آقا و امام حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ کی تحریک پر لبیک کہنے کا القا کرے۔ آمین۔ فاروق کے لئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جو یہ پروگرام تجویز فرمایا ہے۔ کہ روزانہ الفضل کے ہفتہ بھر کی جو جو ضروری خبریں اور اطلاعیں اور حضور کی اہم تقریریں اور خطبہ جمعہ وغیرہ شائع ہوتی ہیں۔ وہ سب انتخاب کرکے ہفتہ وار فاروق میں شائع ہوا کریں۔ اس سے حضور کا منشا ایک طرف یہ ہے۔ کہ فاروق اخبار بند نہ ہو۔ اسکی سلسلہ کو ضرورت ہے۔ یہ ترقی کرے۔ اور دوسری طرف حضور ان احباب کی آسانی کے لئے جو روزانہ الفضل کو بوجہ مالی کمزوری کے نہیں خرید سکتے۔ تمام ضروری امور جو روزانہ الفضل میں نکلتے رہیں ہفتہ وار یکجا جمع شدہ فاروق کے ذریعہ مل جایا کریں۔ اور وہ بجائے الفضل کے فاروق کو جس کا سالانہ چندہ پانچروپیہ اور ششماہی دو روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ خرید کر سلسلہ کے تمام حالات سے واقف ہوتے رہیں۔ پس ایسے احباب کو تو جو الفضل نہیں خرید سکتے بہت جلد فاروق کی خریداری منظور کر لینی چاہیئے۔ جو ماہ جنوری سنہ رواں سے بجائے دو کے ہر ماہ چار مرتبہ شائع ہونے لگا ہے۔ (ایڈیٹر)

ہفتہ بھر کی خبروں کا انتخاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نئی دہلی۔ یکم جنوری ۱۹۳۸ء نئے سال کے خطابات میں لفٹیننٹ کرنل ولبر فورس بل ریذیڈنٹ ریاستہائے پنجاب کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای اور مسٹر جسٹس بے کولڈسٹریم جج ہائی کورٹ پنجاب اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد وائس چانسلر علیگڑھ یونیورسٹی کو سر کا خطاب دیا گیا ہے۔

احمد آباد۔ یکم جنوری آل انڈیا ہندو مہا سبھا نے اپنے ایک اجلاس میں فیڈریشن کی تائید میں ریزولیوشن پاس کرکے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا خیال ظاہر کیا ہے نیز فرقہ وار فیصلہ کے مخالفت کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ہندو مہاسبھا اسکو ختم کرنے کے لئے ممکن سے ممکن کوشش کرے گی۔

لاہور۔ ۵ر جنوری معلوم ہوا ہے۔ کہ سر دار جسٹس نے مقدمہ مسجد شہید گنج میں مسلمانوں کی طرف سے پیروی کرنا منظور کرکے بوجہ بیمار ہو جانے کے فاضل ججان ہائیکورٹ پنجاب سے درخواست کی ہے کہ سماعت مقدمہ کو دس دن تک ملتوی رکھا جائے۔ ہائی کورٹ نے درخواست مسترد کردی۔ اور سماعت مقدمہ ۱۰ر جنوری کو ہوگی۔

پانی پت۔ ۲ر جنوری یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ بمبئی کے مشہور بیرسٹر مسٹر کولٹ میں مسجد شہید گنج کے مقدمہ متنازعہ ہائیکورٹ لاہور میں مسلمانوں کی طرف سے پیروکار مقرر ہوئے ہیں۔

نئی دہلی۔ یکم جنوری معلوم ہوا ہے۔ کہ آنریبل ڈاکٹر چودھری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب کامرس ممبر گورنمنٹ انڈیا ۸ر جنوری کو بذریعہ "راناپورا" جہاز لنڈن کو روانہ ہو جائیں گے۔ جہاں غیر سرکاری مشیروں کی تجاویز کے پیش نظر تجارتی بورڈ سے ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان تجارتی گفت و شنید دوبارہ شروع کریں گے۔ اور غالباً مارچ کے آخر میں واپس ہندوستان آ جائیں گے۔ ان کی عدم موجودگی میں سر محمد یعقوب ممبر مرکزی اسمبلی آپکے قائم مقام ہوں گے۔ اور مسٹر این۔ آر۔ پے۔ آئی۔ سی۔ ایس بھی سر موصوف کے ہمراہ ہوں گے۔

نئی دہلی۔ ۲ر جنوری ایسٹ انڈیا کاٹن کمپنی نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ روئی کے کرایہ ریل میں تخفیف کی جائے۔ مگر حکومت نے اس کو نامنظور کیا ہے۔

بمبئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک لمبا اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں مسٹر جناح سے کہا گیا ہے۔ کہ کانگرس ورکنگ کمیٹی ان کے ساتھ مصالحت کرنے اور مسٹر جناح کی پیشکردہ تجاویز کو پورا کرنے کے لئے تیار ہے۔

دہلی۔ ۲ر جنوری معلوم ہوا ہے۔ ایک ہندوستانی نے حال ہی میں ایک ریڈیو سیٹ ایجاد کیا ہے۔ جو بجلی اور بیٹری کے بغیر چلتا ہے۔ اس میں عام ریڈیو کی طرح آواز صاف سنائی دیتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس ریڈیو کی تجارت کے لئے دہلی میں ایک ریڈیو فیکٹری کی بنیاد ڈال دی گئی ہے۔

لاہور۔ ۲ر جنوری۔ آج مسجد شہید گنج کے احاطہ میں سکھوں نے ایک دیوان منعقد کیا۔ دیوان میں کسی مسلمان کو خواہ وہ نامہ نگار ہی کیوں نہ ہو۔ داخل ہونے کی اجازت نہ تھی معلوم ہوا ہے کہ اس دیوان میں سکھوں نے عہد کیا ہے۔ کہ وہ کسی حالت میں مسجد مسلمانوں کے حوالے کرنے کو تیار نہیں۔

بمبئی۔ ۲ر جنوری۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے۔ کہ کانگرس ہندو مسلم تصفیہ کے لئے معین طور پر اقدامات اختیار کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں صدر کانگرس نے ورکنگ کمیٹی اور مسٹر گاندھی کی رضامندی کے ساتھ پہلا قدم یہ اٹھایا ہے۔ کہ ایک اعلان کے دوران میں انہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا ہے۔ کہ کانگرس جائز تجاویز پر غور کرنے اور شرائط تصفیہ طے کرنے کے لئے تیار ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ ورکنگ کمیٹی کے ممبر اور صدر کانگرس اس موضوع پر گاندھی جی سے تبادلہ خیالات کریں گے۔ کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے مناسب طریقہ کیا ہے اس بات پر سب متفق ہیں۔ کہ اب وقت آگیا ہے کہ تصفیہ کے لئے پہلا قدم کانگرس اٹھائے۔

امرتسر۔ ۳ر جنوری بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مولوی عطاء اللہ احراری کو پنجاب کرمنل لاء امینڈمنٹ ایکٹ کی دفعہ ۳ کے ماتحت ایک نوٹس کے ذریعہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ آئندہ بارہ ماہ تک وہ قادیان اور اس کے ارد گرد ۲ میل کے دائرہ کے اندر داخل نہ ہوں۔ نہ سکونت یا قیام کریں۔

کراچی۔ ۳ر جنوری ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ وزیر اعظم سندھ کے پارلیمنٹری سکرٹری نے سکرٹریٹ کی عمارت میں عوام کی شکایات سے متعلق ایک محکمہ قائم کیا ہے۔ انہوں نے ایک بیان کے دوران میں ظاہر کیا ہے۔ کہ سرکاری ملازمتوں میں رشوت کے استیصال کے کام کی نگرانی کے لئے دو ہزار کارکنوں کی ضرورت ہے۔

لاہور۔ ۳ر جنوری۔ شہید گنج کے سلسلہ میں احراریوں کی سول نافرمانی جاری ہے۔ آج تک گرفتار ہونے والوں کی تعداد ۷۰ تک پہنچی ہے۔

لاہور۔ ۴ر جنوری۔ آج سردار عبدالصمد خاں سٹی مجسٹریٹ لاہور نے مسجد شہید گنج کے متعلق سول نافرمانی کے سلسلہ میں مسٹر مظہر علی اظہر اور نو احراریوں کو چھ ماہ قید کی سزا دی۔ اور مسٹر مظہر علی کو بی کلاس میں رکھے جانے کی سفارش کی۔

کلکتہ۔ ۴ر جنوری۔ ہندو مسلم اتحاد کانفرنس کے زیر اہتمام ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ نواب صاحب مرشد آباد نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ میں مسلم لیگ کے بعض لیڈروں کے ساتھ گفت و شنید کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ اگر کانگرس کا کوئی نمائندہ تحریری طور پر تجاویز پیش کرے۔ تو مسلم لیگ کے لیڈروں کو گفتگوئے مصالحت میں حصہ لینے پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

لاہور۔ ۴ر جنوری۔ شہید گنج ایجی ٹیشن کے سلسلہ میں گرفتار شدہ احراریوں کے خلاف مقدمات کی سماعت ہوئی۔ کارروائی کے دوران میں ملزموں کا رویہ سخت اہانت آمیز تھا۔ سماعت کے خاتمہ پر کورٹ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے عدالت سے درخواست کی۔ کہ چونکہ ملزموں نے انتہائی بدتہذیبی سے کام لیا ہے۔ اس لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے سفارش کی جائے۔ کہ جیل خانہ میں ملزموں کو محکمانہ سزا دی جائے۔ عدالت نے درخواست منظور کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اس امر کی سفارش کردی ہے۔

لاہور۔ ۴ر جنوری۔ آج چیف جسٹس اور جسٹس عبدالرشید نے عزیز احمد کی سزائے موت بحال رکھی۔ عزیز احمد کو فخر الدین ملتانی کے قتل کے الزام میں عدالت سشن سے پھانسی کی سزا ملی تھی۔

الہ آباد۔ ۶ر جنوری مسلم ہوسٹل کے طلبار کے سامنے تقریر کرتے ہوئے مسٹر محمد علی جناح نے کہا۔ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں۔ ان کے لئے ایک دوسرے میں مدغم ہونا مشکل ہے۔ طلبار کو ہدایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ نیشنلزم کے طعنوں سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر اپنی قوم کی امداد کرنا فرقہ پرستی ہے۔ تو میں فرقہ پرست ہونے پر فخر کرتا ہوں۔

بمبئی۔ ۶ر جنوری۔ بابو راجندر پرشاد نے لکھنو روانہ ہونے سے پیشتر گاندھی جی سے ملاقات کرکے فرقہ وار مفاہمت کے متعلق تبادلہ خیالات کیا۔ کانگرسی حلقوں کا خیال ہے کہ واردھا میں ورکنگ کمیٹی کے اجلاس سے پیشتر فرقہ وار مصالحت کے متعلق ایک اور قدم اٹھایا جائے گا۔ صدر کانگرس نے مسلمانوں کو جو پیشکش کی ہے۔ اسکی روشنی میں کانگرس ورکنگ کمیٹی حالات و کوائف پر بحث کرے گی۔

لاہور۔ ۶ر جنوری۔ کل لاہور میں اچھوتوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا۔ کہ اچھوتوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے ملازمتیں دی جائیں۔ بیگار کو بند کیا جائے۔ اچھوت طلبہ کو میٹرک تک مفت تعلیم دی جائے دیہاتی پنچائتوں میں ان کی آبادی کے تناسب سے ممبر لئے جائیں۔ اچھوتوں کو زراعت پیشہ قرار دیا جائے۔ پونا پیکٹ کو منسوخ کرکے جداگانہ انتخاب رائج کیا جائے۔

بمبئی۔ ۶ر جنوری۔ یونائیٹیڈ پریس کو معلوم ہوا ہے۔ کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے مسٹر جناح کے جواب میں ہندو مسلم مصالحت کے متعلق جو بیان شائع کیا ہے۔ کانگرس ورکنگ کمیٹی نے مجموعی حیثیت سے اس پر غور نہیں کیا۔ اور نہ اسکی تصدیق کی ہے۔ یہ بیان پنڈت جی نے اپنی مرضی سے بحیثیت کانگرس دیا ہے۔

راولپنڈی۔ ۶ر جنوری۔ برف باری کے باوجود ابھی تک وزیرستان میں کامل طور پر امن نہیں ہوا۔ فقیر اپی بدستور اپنے کام میں مصروف ہے۔ تازہ ترین اطلاع ہے۔ کہ ایک گروہ نے دانا کیمپ پر تین میل کے رقبہ کے اندر ٹیلیفون اور تار کے تمام کھمبے اکھاڑ دئے ہیں۔

محکمہ نمک میں سپرنٹنڈنٹ کی بھرتی

ناردرن انڈیا سالٹ ریونیو ڈیپارٹمنٹ کیلئے ایک مستقل پنشن والی جگہ کیلئے ایک پروبیشنری سپرنٹنڈنٹ کی ضرورت ہے۔ امیدوار بمبئی سندھ۔ مدراس کے صوبوں کا نہ ہونا چاہیئے۔ عمر ۲۲ اور ۲۶ سال کے درمیان یکم اپریل ۱۹۳۸ء کو ہونی چاہیئے۔ اور وہ مائننگ کا ڈگری یافتہ یا انڈین سکول آف مائنز دھنباد کا ڈپلومہ حاصل کردہ ہو یا کسی مستند مائننگ سکول کا تعلیمیافتہ ہو۔ تنخواہ پروبیشنری کی حالت میں ڈیڑھ صد روپیہ ماہوار اور مستقل ہونے پر دو صد سے پانچ صد روپیہ ماہوار کا گریڈ ہوگا۔ جو امیدوار ۱۵ر جولائی ۱۹۳۱ء سے متواتر سرکاری ملازمت میں ہوں گے۔ ان کا گریڈ ۲۵۰ روپیہ سے چھ صد روپیہ ماہوار کا ہوگا۔ آخری تاریخ عرضیاں بھیجنے کی ۲۵ر جنوری ۱۹۳۸ء ہے جن کے ہمراہ سات روپیہ آٹھ آنہ کی سرکاری خزانہ کی رسید ہونی چاہیئے۔ جو فیس داخلہ ہے۔ مزید مفصل حالات سکرٹری فیڈرل پبلک سروس کمیشن دہلی سے مل سکتے ہیں۔

وصیتیں

۴۷۹۶ منکہ محمد یوسف ولد احمد دین قوم آرائیں پیشہ بوٹ سازی عمر قریباً ۶۰ سال تاریخ بیعت نومبر ۱۹۰۵ء ساکن قادیان محلہ دار الرحمت ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{۳}{۳۷}$ ۱۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان خام مع تہ زمین تعدادی پانچ مرلہ قیمتی اندازاً تین صد روپیہ واقع محلہ دار الرحمت قادیان ضلع گورداسپور (۲) جدی جائیداد واقع مالیر کوٹلہ بصورت رہائشی مکانات ودکانات جو میرے اور دیگر شرکار جدی میں قابل تقسیم ہیں۔ جس میں سے حصہ رسدی اندازاً قیمتی مبلغ تین سو روپیہ کی میرے حصہ میں آنے کی امید ہے۔ لیکن میرا گزارہ اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو مبلغ سولہ روپے ماہوار بصورت پیشہ بوٹ سازی ہوتی ہے۔ لہٰذا میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں اپنی ماہوار آمد کا $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ بعد وصیت تا زیست داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر جو میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی جائیداد کا کل حصہ وصیت یا اس کا کوئی جزو یا اسکی قیمت حوالہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو میری جائیداد میں سے وہ حصہ یا جزو حصہ ادا شدہ شمار ہوگا۔ لہٰذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ تحریر کردی ہے۔

العبد:۔ محمد یوسف احمدی بوٹ ساز قادیان حال اوکاڑہ منڈی۔ گواہ شد: شیخ عبد العزیز احمدی تاجر چرم اوکاڑہ۔ گواہ شد:۔ مولوی سلیم اللہ مولوی فاضل عربی مدرس ہائی سکول اوکاڑہ ضلع منٹگمری۔

۴۸۹۵۔ منکہ صغرا بی بی زوجہ مستری فضل کریم صاحب عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن اکھنور ضلع جموں بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{۸}{۳۷}$ ۲۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ میرا حق مہر مبلغ ۷۰۰/-/- ہے۔ جس میں زیور وغیرہ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی میرے پاس جائیداد اس وقت نہیں ہے۔ میں مبلغ ۷۰۰/-/- حق مہر کے $\frac{۱}{۹}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ اگر میرے مرنے کے بعد اس کے علاوہ بھی کوئی جائیداد ثابت ہوگی۔ تو اس کے بھی $\frac{۱}{۹}$ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ جس کی ادائیگی کے ذمہ وار میرے خاوند مستری فضل کریم صاحب احمدی ہوں گے۔ میں ۷۰۰/-/- روپیہ کے $\frac{۱}{۹}$ حصہ جو مبلغ ۷۷/۵/- روپے ہوتے ہیں۔ باقساط انشاء اللہ ادا کردونگی۔ پہلی قسط بعد منظوری وصیت مبلغ ۱۰/۱۱/۱ روپے ادا کردوں گی۔ زاں بعد ۱۲/-/- روپے سالانہ ادا کروں گی۔ اگر میں کسی وجہ سے ادا نہ کر سکوں۔ اس کی ادائیگی کے بھی ذمہ وار میرے خاوند مستری فضل کریم صاحب ہیں۔

العبد:۔ صغرا بی بی زوجہ مستری فضل کریم اکھنور گواہ شد:۔ فضل کریم خاوند موصیہ اکھنور۔ گواہ شد:۔ مرزا محمد عنایت اللہ سکرٹری جماعت احمدیہ اکھنور۔

۴۹۲۵۔ منکہ امۃ الرحیم زوجہ چودھری چراغدین صاحب قوم راجپوت بھٹی پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال کمپالہ افریقہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{۱۰}{۳۷}$ ۲۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری اس وقت جائیداد سوائے زیورات کے اور کوئی نہیں۔ زیورات کی کل قیمت ۱۰۰/-/- روپیہ ہے۔ اور میرا مہر جو خاوند کے ذمہ ہے ۵۰۰/-/- روپیہ ہے۔ میں اس کے $\frac{۱}{۹}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتی ہوں۔ کہ اگر بوقت وفات میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے $\frac{۱}{۹}$ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں حصہ وصیت کردہ کی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو یہ رقم حصہ وصیت کردہ کی رقم سے منہا کرلی جائیگی۔ نیز میں یہ بھی لکھ دیتی ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ جو خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ برحق خلیفہ ہیں۔ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کو ضروری یقین کرتی ہوں۔ اور ان کی ہدایات پر عمل کرنا موجب نجات گردانتی ہوں۔ فقط والسلام

العبد:۔ امۃ الرحیم بقلم خود۔ گواہ شد: چودھری چراغ دین احمدی ٹیلیگراف آفس کمپالہ یوگنڈا خاوند موصیہ۔ گواہ شد: شیخ مبارک احمد مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مشرقی افریقہ۔ حال وارد کمپالہ۔

۴۹۲۸۔ منکہ فضیلت النساء المعروف فضل بی بی بنت مرزا محمد نصر اللہ قوم مغل عمر اٹھارہ سال پانچ ماہ چھ دن پیدائشی احمدی ساکن محلہ دار الفضل قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{۱۲}{۳۷}$ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میرے پاس اس وقت کوئی جائیداد سوائے دو صد چھیاسٹھ روپے کے اور نہیں ہے۔ اور یہ رقم میرے والد صاحب کے پاس جمع ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ میں اس رقم کا $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ بعد وصیت باقساط ادا کردونگی۔ (۲) میں اقرار کرتی ہوں کہ میں اگر مجھے کسی وقت کوئی اس کے علاوہ اور آمدنی ہو۔ تو اس کے $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ کی آمد بعد وصیت ادا کرتی رہوں گی۔ (۳) میں اقرار کرتی ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس کے $\frac{۱}{۱۰}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لہٰذا یہ وصیت نامہ بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔

العبد: فضیلت النساء المعروف فضل بی بی۔ گواہ شد:۔ محمد نصر اللہ پنشنر دار الفضل قادیان گواہ شد:۔ نور احمد خاں محلہ دار الفضل قادیان۔

۴۹۲۶۔ منکہ صدیقہ بیگم زوجہ عباد اللہ قوم چوہان راجپوت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{۵}{۳۷}$ ۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میری جائیداد اس وقت صرف زیورات کلپ۔ کانٹے۔ نتھ۔ اندازاً تین تولہ یہ طلائی ہیں پٹڑیاں نقرئی۔ کل زیورات کی قیمت ۱۲۳/-/- روپے ہے۔ اس کے علاوہ میرا حق مہر مبلغ ۷۵/-/- روپے ہے۔ جو کہ میرے خاوند کے ذمہ ہے میں اپنی تمام جائیداد کی وصیت $\frac{۱}{۵}$ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی جائیداد ثابت ہوگی۔ تو اسکی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان $\frac{۱}{۵}$ حصہ کی مالک ہوگی۔

العبد:۔ صدیقہ بیگم قادیان۔ گواہ شد:۔ محمد عباد اللہ بقلم خود خاوند موصیہ قادیان۔ گواہ شد: محمود احمد بقلم خود سکرٹری وصایا محلہ دار الرحمت قادیان۔

۴۹۲۷۔ منکہ حلیمہ بی بی بیوہ مولوی ہدایت اللہ قوم راجپوت عمر ۸۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ $\frac{۵}{۳۷}$ ۱۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری جائیداد اس وقت صرف ڈنڈیاں طلائی وزنی یک تولہ دس ماشہ قیمتی موجودہ ۶۰ روپے ہے۔ اس کے علاوہ مبلغ ۷۵/-/- روپے نقد ہیں۔ میں نے اپنا مہر اپنے خاوند کو زندگی میں بخش دیا تھا۔ میں اپنی جائیداد کا $\frac{۱}{۸}$ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہوگی۔ تو اسکی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان $\frac{۱}{۸}$ حصہ کی مالک ہوگی۔

العبد نشان انگوٹھا حلیمہ بی بی موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمود احمد سکرٹری مال بقلم خود محلہ دار الرحمت گواہ شد:۔ محمد عباد اللہ بقلم خود محلہ دار الرحمت۔

معذرت۔ اخبار چونکہ نئے پروگرام کے مطابق شائع کرنا تھا۔ اس کے لئے کاغذ منگانا پڑا۔ کاغذ کے آنے میں دیر ہوئی۔ اس واسطے تین دن لیٹ ہوگیا۔ آئندہ ٹھیک وقت پر شائع ہوگا۔

جاپان کی ترقی اور ہندوستان کا تنزل

تاریخدان اصحاب اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں۔ کہ آج سے قریباً ایک صدی پیشتر جاپان کی حالت موجودہ ہندوستان کی حالت سے بھی کمزور تھی۔ لیکن آج دنیا کی تمام بڑی بڑی حکومتیں اس سے خم کھاتی ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے جہاز "پینی" کی غرقابی پر جاپان کی طرف سے محض ایک معذرت نامہ پر راضی ہوکر امریکن گورنمنٹ کا خاموش ہوجانا اور کئی ایک برطانوی جہازوں پر بمب باری کے باوجود حکومت برطانیہ کا خاموشی سے بیٹھے رہنا صاف ظاہر کررہا ہے۔ کہ جاپان کو آنکھیں دکھانے میں بڑی بڑی طاقتور حکومتوں کو بھی تامل ہے۔ جاپان کی اس حیرت انگیز ترقی کی سب سے بڑی وجہ جو پنڈت مالویہ نے الہ آباد یونیورسٹی کے کانووکیشن کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے پیش کی۔ یہ ہے۔ کہ جاپان نے عوام الناس کی تعلیم پر بے حد زور دیا ہے۔ اور ہر شخص کو کوئی نہ کوئی صنعتی تعلیم دے کر اس قابل بنایا جاتا ہے۔ کہ وہ ملک کی آمد میں اضافہ کا موجب ہوسکے۔ اس کے برعکس ہندوستان غریب کی یہ حالت ہے۔ کہ اول تو چند فی صدی سے زیادہ تعلیم ہی نہیں۔ اور جو تعلیم پاتے بھی ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ اس قابل ہوسکتے ہیں۔ کہ کسی دفتر میں چند روپوں کے عوض محرری کرسکیں۔ اس سے زیادہ ان کے اندر کوئی قابلیت اور کوئی سلیقہ پیدا نہیں کیا جاتا۔ اور یہ نوکریاں چونکہ ملتی نہیں۔ اس لئے تعلیم ملک کی حالت میں کسی اصلاح کا موجب بننے کے بجائے اس کے لئے اور مضر ثابت ہورہی ہے۔ سابق صدر کانگرس بابو راجندر بابو نے یکم دسمبر کو پٹنہ میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کہ تعلیمی سسٹم میں اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ اور ہمیں ایسے طریق اختیار کرنے چاہئیں۔ کہ جن سے ہمارا تعلیمی نظام عملی طور پر طالب علموں اور باشندگان ہند کے لئے مفید ثابت ہو۔ ہماری گھریلو اور روزانہ ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہو۔ ہندوستان کی آبادی زیادہ تر دیہات میں ہے۔ اس لئے ہماری تعلیم اہل دیہات کی ضرورتوں کے مطابق ہونی چاہیئے۔ اگر دوسری حکومتیں نہیں۔ تو کم سے کم سات کانگرسی حکومتوں کو تو فوراً اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور دوسری حکومتوں کے لئے ایسا اچھا نمونہ پیش کرنا چاہیئے۔ جس کی تقلید پر وہ مجبور ہوں۔

دار الاشاعت ... پریس قادیان میں باہتمام مولوی عطاء اللہ خاں مولوی فاضل پرنٹر کے چھپوا کر میر قاسم علی ایڈیٹر و پبلشر نے فاروق منزل قادیان سے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah